بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

(القرآن پ ۴)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۵

ماہنامہ

معارف اسلام

اکتوبر ۱۹۵۸ء　　ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

لاہور

چندہ سالانہ للعہ　　قیمت فی پرچہ ۸/

غیاث الدین (سیکرٹری ادارہ معارف اسلام) پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس ساگر روڈ لاہور میں چھپوا کر
دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالمی گیٹ 23 شیخ مینشن سے شائع کیا۔

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں۔ تمام آمدنی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے :-

- فتنۂ تغیر یا ترانۂ مجلد ۲/۱۲ ار
- ” ” بغیر جلد ۲/۱۲ ار
- مذہب اور سائنس ۱۰ ار
- حکومت ربانی ۸ ر
- محرم و آداب عزا ۸ ر
- نوائے اقبال (در مدح اہلبیت) ۸ ر
- موازنہ حق و باطل ۲ ر
- دلیل عزا ۲ ر قوانین شرعیہ ۵ ر
- تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳ ر
- ویسٹ ٹریژر (انگریزی) ۴ ر
- اقتصادی مشکلات کا حل ۴ ر
- مہدی موعود ۴ ر عصمت انبیاء ۴ ر
- ذکر بہا ۲ ر اسوہ صوفیا ۲ ر
- آل محمد ۲ ر ضرورت اتحاد ۲ ر
- رحمۃ للعالمین (اسلام اور تعلیم) ۳ ر
- شہید وحدانیت ۲ ر
- حدیقۂ غم (یوم عاشورہ کی تاریخ منظوم) ۳ ر
- نہج البلاغہ ہر سہ حصہ مجلد
- (مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)

- فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) ۱۲/۱ ار
- اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ ۸ ر
- قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸ ر
- شیعہ پاکٹ بک مرزا احمد علی صاحب
- اضافہ شدہ نیا ایڈیشن ۴ ر
- تاریخ اصلاح ۱۰ ر دلیل الفرقان ۳ ر
- معلم اسلام (علامہ کاظمی) ۳ ر
- اعمال واجبیہ (”) ۳ ر
- جلباب (جواز پردہ) ۴ ر
- مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ کاظم پوری) ۸ ر
- تصویر درد ۴ ر استیصال البدعۃ ۳ ر
- ظفر المبین ۴ ر حقیقۃ الفتنہ ۲ ر
- عملیۂ عزا (علامہ مرزا احمد علی) ۲ ر
- حضرت یوشع بن نون ۴ ر
- انوار حکمت (اقوال امام حسینؑ کی شرح) ۵ ر
- رموز حکمت ۳ ر منظر اتحاد ۴ ر
- سیپارہ اوّل (علامہ علی نقی صاحب) ۱۲ ار
- ترجمہ احقاق الحق جلد چہارم ۴ ر

- اصل و اصول شیعہ آل کاشف الغطاء ۸ ر
- اسلام و مسلمانوں کی تاریخ حصہ اوّل (عہد نبوی) ۸ ر
- اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت) ۴ ر
- تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم ۴ ر
- اسلامی عقائد تعلیمات اہلبیت ۴ ر
- عہد ناموں کی تعلیمات (علامہ نذر حسن گوپال پوری) ۴ ر
- ہدایۃ الحسینیہ ۳ ر ماتم شبیر ۴ ر
- ہلاکت ملوکیت ۲ ر اطاعت حسینیت ۴ ر
- تحفہ زوجین ۴ ر
- سیرۃ فاطمۃ الزہرا (آغا محمد سلطان مرزا) مجلد ۲ ر بلا جلد ۱ ر
- البلاغ المبین حصہ اوّل (اضافہ شدہ) (آغا محمد سلطان مرزا) مجلد ۲ ر بلا جلد ۱ ر

ادارہ اصلاح کی کتابوں کی علیحدہ فہرست دفتر سے طلب کریں۔ (خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

ترسیل زر بنام } مدیر اعزازی ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار ۔ لاہور

خط و کتابت بنام } مہتمم دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/B شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ

معارف اسلام (لاہور)

مدیر اعزازی: غیاث الدین

جلد ۴ | ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۸ء | شمارہ ۷

فہرست

[illegible] میں اتحاد اور دین اللہ کو پھیلانے کے لئے معارف اسلام کی مدد کیجئے —

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

گفتنی ہا

تنظیم و قیادت کے سلسلہ میں چند غور طلب نکتے

(علاج اور راہِ عمل)

ملّت کے چند درد مند اور کہنہ مشق کارکن ایک مدت سے واحد دینی تنظیم و قیادت کے لیے آواز بلند کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں محترم سید حسن صاحب ملتانی اور مفکرِ ملت سردار کریم بخش صاحب حیدری پیش پیش ہیں۔ اور ان کے کئی مقالات اور مفید تجاویز اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ مگر یہ امر قابلِ افسوس ہے۔ کہ وقت کی مناسبت سے اس اہم آواز کی طرف بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ حالانکہ سب سے زیادہ قابلِ توجہ فی زمانہ یہی مسئلہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ نجات دنیوی و اخروی سے متعلق ہے۔ ملت کی موجودہ کس مپرسی۔ انتشار اور کمزوریاں ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ سیاسی و سماجی معاشرتی و اخلاقی۔ تجارتی و دفتری عملی و نظریاتی اور انفرادی و اجتماعی وغیرہ میں منقسم ہیں۔ شکر ہے۔ کہ مذہبی کمزوری نہیں ہے۔ اور اسی ایک مذہبی پختگی سے تمام کمزوریاں دور کی جا سکتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔

موجودہ حالات کو دیکھنے کے بعد ایک متفکر آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ اگر حالات چند سالوں تک کس مپرسی ہی میں جاری رہے تو یقیناً ملت کے لیے اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھنا ایک مشکل ترین مسئلہ بن جائے گا۔ بحیثیت جماعت کے آپ بسر نہ کر سکیں گے۔ نامِ حسینؑ تو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور مجالسِ حسینؑ بھی جاری رہے گی۔ کیونکہ یہ قیامت تک بھی مٹنے والی چیزیں نہیں۔ مگر آپ کے لیے بحیثیت اپنے مخصوص عقائد کے بسر کرنا قریباً ناممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا اصل مقصد صرف ان کمزوریوں کا علاج اور اس علاج کے لیے طریقِ کار ہے۔ تجاویز تو بہت ہیں۔ اور ان میں بعض مفید بھی نظر آتی ہے۔ مگر ان پر عمل مفقود۔ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔

اس سلسلے میں اگر واقعات کی نقاب کشائی کی جائے۔ تو ذہنوں ہی کی انتشار کا خطرہ۔ اس لئے کوشش کر
واقعات بیان کرنے سے سب گریزاں۔ اگر تحریر انصاف پر مبنی ہو۔ تو یہ اندھے کی لاٹھی ہے۔ جس کی
زد میں جو بھی آیا چاہے اپنا ہو یا پرایا کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہم خود ڈرتے ہیں۔ کہیں بحث کا سلسلہ
جاری نہ ہو جائے اور بحث و مباحثہ کرنا معارف اسلام کے پروگرام میں شامل نہیں۔ حقانیت
بیان کرنے سے اگر مخالفت شروع ہو جائے تو اس کی ہمیں قطعاً پرواہ نہیں۔ مگر ہماری تحریر
اگر مزید انتشار کا باعث بنے تو اس کے لئے پیش بندی کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم ایسے بیان میں
کسی فرد یا جماعت کا نام نہیں لیں گے۔ سب ہمارے لئے قابل عزت و تکریم ہیں۔ ہر ایک کو
اجازت ہے۔ کہ اس کی روشنی میں اگر چاہے تو خود اپنے فعل و عمل کا محاسبہ کرے۔ اور جائزہ لے۔

ہماری تحقیق کے مطابق ملت اس وقت مختلف گروہوں کے زیر اثر ہے۔

(۱) علماء (۲) لیڈران (۳) روسا (۴) اخبارات اور (۵) انجمنیں۔ ملت کی سربلندی اور
ان طبقات کی صحت لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے ہر طبقہ ایک دوسرے سے متاثر ہوتا ہے۔
"علماء" اور "لیڈران" دو ایسے طبقے ہیں۔ جن کے وجود کو آج تک کسی مخصوص معیار یعنی صفات کی
بنا پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ درانحالیکہ ہمارا مذہب محض صفات ہی کی بنا پر کسی کو تسلیم کرنے کی اجازت
دیتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ہم ہر کس و ناکس کو فوراً اپنا مقتدا یا قائد تسلیم نہیں کرتے، تاوقتیکہ وہ
ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو۔ جو کہ شارع نے مقرر فرمائی ہیں۔ یہی سب سے بڑا فرق ہم میں اور دوسرے
مذاہب میں ہے۔ تو پھر "عالم مذہب" یا "لیڈر قوم" بغیر کسی مخصوص معیار و صفات پر پورا اترنے کے کیونکر
قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ ہر عہدیدار کو بغیر کسی کسوٹی یا استحقاق کے کیونکر اس ذمہ دار گروہ میں شامل کیا جا سکتا
ہے۔ مگر ہو یہی کچھ رہا ہے۔ اس اہم طبقہ میں ہر غیر ذمہ دار فرد کی شمولیت اختلافات و انتشار میں
دن بدن اضافہ کا باعث بن رہی ہے۔ باوجود قرآن حدیث اور اقوال معصومین میں ان صفات کا
تذکرہ موجود ہونے کے آج تک اس امر کی طرف انتہائی کم توجہ دی گئی ہے۔ کہ "عالم" یا "علماء" کی
DEFINITION (تعریف) کیا ہے؟ کیا ہر کوئی جو اچھی تقریر کر سکے یعنی (کامیاب یا ناکامیاب)
مجلس پڑھ سکے۔ اور صاحب دستار و قبا ہو اُسے عالم مذہب تسلیم کر لیا جائے؟ کیونکہ بعض ڈاکٹر، پروفیسر،
سکولوں کے اساتذہ مدرس، وکلاء، جج، مجسٹریٹ، زمیندار، گریجویٹ، افسران، کلرک اور تجار وغیرہ بھی
ایسے موجود ہیں۔ جن کا علم و معرفت اور عمل ماسوائے چند مخصوص علماء دین کے بہت بڑھا چڑھا
ہے۔ محترم بلتستانی صاحب کا یہ ارشاد بجا اور درست کہ ہماری روحانی قیادت آئمہ علیہم السلام
کے بعد علماء کو سونپی گئی۔ مگر اس کے لئے سب سے پہلے اقوال آئمہ علیہم السلام کی روشنی میں عالم کی ایک
تعریف (DEFINITION) مقرر کرنی ہے یا جو مقرر شدہ تعریف ہے۔ اس کے تحت دائرہ علماء

کو سخت تنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں محض ایسے علماء رہ سکیں جو کہ واقعی معصومینؑ کے بعد قیادت کے اہل ہیں۔ تاکہ ہر کہ ومہ اس دائرہ میں شامل ہو کر اختلافات کو وسیع کرنے کا باعث نہ بن سکے۔ چونکہ یہ مسئلہ علم کے ساتھ مخصوص ہے۔ لہٰذا اس امر میں مندرجہ ذیل احادیث معصومینؑ کو پیشِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔

(۱) فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہلاک ہونے والے جاہل جو جاہ و ہوس کے بندے ہوتے ہیں۔ دوسرے قوی عابد جن کی عبادت کی زیادتی کیساتھ اُن کا تکبر بھی بڑھتا ہے۔ تیسرے وہ عالم جو اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کی تعریف کریں۔ چوتھے وہ عارف جو طریق حق پر ہیں۔ اور حق پر قائم رہنا پسند کرتے ہیں۔۔ ...... الخ (بحارالانوار مجلسیؒ جلد اوّل)

(۲) فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اگر کسی شخص کے دینی علوم کی طرف دل لگے ہوں اور وہ ان علوم کی تعلیم کیلئے ان سے تجارت کا طالب ہو۔ تو خدا اس کو نارِ جہنم میں داخل کرے گا۔

(۳) فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے کہ دس قسم کے لوگ اپنے آپکو اور دوسروں کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔ (۱) وہ جو تھوڑا علم رکھتا ہے۔ اور دوسروں کو بہت کچھ سکھانا چاہتا ہے۔ (۲) وہ مردِ حلیم اور صاحب علم کثیر جو عقل و فہم نہیں رکھتا۔ .... (۶) وہ عالم جو اپنی اصلاح کا ارادہ نہ رکھے .... (۸) وہ عالم جو دنیا کی محبت رکھتا ہو۔ (۹) وہ جو بظاہر لوگوں سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن اپنی جیب سے کچھ نہ دے .... (بحارالانوار مجلسیؒ جلد اوّل)

علماء کی پرکھ کے لئے بیسوں اقوالِ معصومینؑ موجود ہیں۔ پس جو جو اِن پر پورا اُترے محض انہیں ملت کی دینی قیادت کا اہل سمجھنا چاہیے اور ایسے علماء میں اختلاف ناممکن ہے۔ ایسی ہستیاں ایک جگہ اکٹھی ہو کر جو فیصلہ کریں۔ وہ یقیناً قوم کے درد کا مرہم ثابت ہوگا۔

اسی طرح لیڈران قوم "جن کو "ارباب حل و عقد" یا "اہل الرائے" سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے بھی کوئی معیار مقرر نہیں۔ کیا قوم کی نمائندگی کے لئے کسی بھی سند کی ضرورت نہیں۔ یا ہر ایک۔ جو چند افراد کی پشت پناہی میں شور مچا سکے اُسے ہی لیڈر قوم تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ جمہوریت میں بھی روا رکھا جاتا ہے۔ جو ووٹنگ کر کے لیڈر منتخب کر لئے جائیں۔ لہٰذا طبقہ لیڈران میں کسی ہر کس و ناکس کی شمولیت نقصان دہ ہے ہم جس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کوئی سیاسی جماعت نہیں۔ یہ ایک خالص اور سراسر مذہبی جماعت ہے۔ اقتدار حکومت سے اس نے علیحدہ رہنا منظور کر لیا مگر استحکام دین کی خاطر اپنے اصول بدلنا گوارا نہیں کیا۔ لہٰذا لیڈرانِ قوم میں سے ہر ایک کا پابند شریعت ہونا اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ طبقۂ علماء کیلئے لازمی ہے۔ اس امر کیلئے

بھی اقوالِ معصومینؑ ہمارے رہبری کرتے ہیں۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ "جو لوگوں کا پیشوا یا قائد بننا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو پہلے تعلیم دے۔ قبل اس کے دوسروں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے۔ تاکہ اس کی تعلیم و تادیب محض قول سے نہ ہو۔ بلکہ اس کے عمل و سیرت سے ہو۔ . . . الخ (بحارالانوار مجلسیؒ جلد دوئم)

غرضیکہ قومی تنزل کے بڑے اسباب میں سے ایک سبب نام نہاد علماء و لیڈران کی بہتات بھی ہے۔ ان ہر دو ذمہ دار عہدوں کیلئے شریعت اسلامیہ یعنی مستند اقوال آئمہ کے بموجب معیار مقرر کر کے کنٹرول کرنا ضروری ہے۔ جو کہ قومی فلاح و بہبود کے لئے مفید اور باعث برکت ثابت ہو سکتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طبقۂ علماء میں سوائے چند ایک مخصوص شخصیتوں کے اکثر کا ذریعہ معاش مجلس پڑھنا ہے۔ اور جن کا ذریعہ معاش مجالس سے علاوہ ہے۔ یعنی مجالس کی آمدن AS A SIDE INCOME ہے۔ ان کی آمدن بھی مجالس کی آمدن سے کافی حد تک متاثر ہے۔ بہر حال مجالس کی آمدنی زیادہ تر رؤساء قوم کی جیبوں سے نکلتی ہے۔ کیونکہ ان کے لئے بوجہ ان کے تمول کے بہ نسبت عوام کے مجالس منعقد کرانا آسان ہے۔ مجالسِ عزا منعقد کرنا اور کرانا اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ہر صاحبِ ایمان کا فرض ہے۔ اور ہر غریب و امیر اس میں حصہ لے سکتا ہے کیونکہ ان سے اسلام زندہ ہوتا ہے۔ یہ سیرت و کردار پیدا کرتی ہیں۔ مگر رؤسا ملت کے لئے علاوہ کارِ ثواب اور جزو عقیدہ ہونے کے ان کی ساکھ قائم رکھنے کا بھی ذریعہ ہیں۔ اور وہ ان سے عوام اور حکومت پر اپنی برتری یا سرداری ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ رؤساء خود مجالس نہیں پڑھ سکتے یا پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے لہٰذا وہ علماء یا مقررین کے محتاج اور مقررین اپنے ذریعہ معاش کی وجہ سے ان کے محتاج۔ لہٰذا داعیِ مجلس کو خوش کرنا اور اس کی تسلی کرنے پر پورا زور صرف ہوتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح مجلس کامیاب ہو جائے۔ لوگوں کو ہنسایا بھی جائے۔ اور رلایا بھی جائے۔ عملی طور پر چاہے دن بدن عوام میں جمود ہی کیوں نہ پیدا ہوتا جائے۔ ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ علماء کی امداد نہ ہونی چاہیئے بلکہ ہر صاحبِ حیثیت کا فرض ہے۔ کہ علماء کی دل کھول کر امداد کرے۔ اگر کوئی نذرِ معصومینؑ کے سلسلہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہے۔ تو اسے کون روک سکتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ اسے پیشہ نہ بنایا جائے۔ "رؤساء" سے ہماری مراد تمام رؤساء نہیں۔ کیونکہ رؤساء میں بعض ایسی مخلص و صاحبِ ایمان اور بے لوث ہستیاں بھی موجود ہیں۔ جو صحیح معنوں میں محافظ دین و ملت ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر آج علماء کو اپنی آمدن کے سلسلہ میں رؤساء سے بے نیازی حاصل ہو جائے تو وہ بے لاگ ہو کر خدمت دین کر سکتے ہیں۔ باب مدینۃ العلم تو قسم قسم کی مزدوری کر کے معیشت پیدا کرے۔ اور پھر وہ بھی اپنے سامنے سے اٹھا کر قابل امداد آدمیوں میں

تقسیم کر دے۔ یہ عمل دین اللہ کے لئے کرے اور حفاظت دین کے لئے اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دے۔ اور اس کے منبروں پر جلوہ فگن ہونے والے حفاظت دین اللہ کو پیشہ بنا لیں! یہ نہ ہی ایمان مذہب کی رو سے جائز ہے۔ نہ ہی امام وقت کی اس طریق کار کیلئے رضامندی حاصل ہو سکتی ہے۔

علماء و امراء کے متعلق کتنا واضح ارشاد حضرت محمد صادق (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حضرت باقر آل محمدؐ (علیہ السلام) کی وساطت سے موجود ہے۔ جو کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (امام پنجم) سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں کہ جب یہ اچھے ہوں تو میری امت اچھی رہے گی۔ اور جب یہ خراب ہوں تو امت میں خرابی پیدا ہو گی۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون دو گروہ ہیں؟ فرمایا گروہ فقہاء اور گروہ امراء" ...... (بحار الانوار مجلسیؒ جلد اوّل)

اس قول کے تحت ان ہر دو جماعتوں کی صحت جسقدر لازم ہو جاتی ہے۔ وہ بالکل عیاں ہے۔ علماء کے ذمہ چونکہ دین و مذہب کو سمجھنا اور عوام کو یہ جادہ راستہ دکھانا ہے۔ لہٰذا تمام تر ذمہ داری علماء ہی پر آ کر پڑتی ہے۔ رؤساء چونکہ دنیاوی معاملات میں ملوث اور خواہشات و ضروریات دنیا میں دھنس چکے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے جو غلط کردار اختیار کر چکے ہیں۔ ان کو صحیح راہ دکھلانا محض علماء ہی کا کام ہے۔ آج علمائے ملت اگر اپنی معیشت کے سلسلہ میں رؤساء کے چنگل سے آزاد ہو جائیں اور اپنی علمی وسعتوں اور طاقتوں کو جائز طریقے سے پوری پوری طرح کام میں لائیں تو رؤساء کا صحیح ڈگر پر آنا نہایت آسان ہے۔

جہاں تک **اخبارات** کا تعلق ہے۔ فی الحقیقت یہ ملت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔ پریس پر ہی فی زمانہ قوموں کے عروج و زوال کا انحصار ہے۔ اخبار ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی ضرورت قوم کے ہر فرد کو ہے۔ عوام کو اسلئے کہ انہیں مذہبی و قومی معلومات حاصل ہوتی رہیں جماعتوں کو اس لئے کہ ان کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے۔ علماء و رؤساء کو اس لئے کہ ان کی شخصیت کو بلند کرنے کے اسباب پیدا ہوں۔ اخبارات کی مالی حالت اگر درست اور قابل اطمینان ہو اور پالیسی جماعتی بیا سے بے نیاز ہو۔ تو وہ بے لوث ہو کر خدمت دین و ملت کر سکتے ہیں۔ اگر اخبارات کی نیت قوم کی فلاح و بہبود اور اسے بام عروج پر پہنچانا ہو تو ان میں اختلافات کا خاتمہ عین ممکن ہے۔ اور اگر اخبار کا ایکا ہو جائے۔ تو قوم اور اس کے حالات کا سدھار کوئی ایسی مشکل بات نہیں رہ جاتی۔ مگر حالات یہ ہیں کہ اخبارات اپنی مالی کمزوریوں اور عوام ملت کی عدم توجہگی کی وجہ سے خود پریشانیوں آفتوں میں مبتلا ہیں۔ مجبور ہیں۔ کہ کسی نہ کسی پارٹی یا کسی نہ کسی رئیس کے ساتھ منسلک رہیں۔ تاکہ اپنی ہستی کو قائم رکھ سکیں۔ خواہ کسی صورت ہی سے کیوں نہ ہو۔ ہمدردان پارٹی کی خریداری کی صورت میں یا کسی

دوسری صورت نہیں۔ اگر آج اخبارات ملت کی موجودہ کشتی کو غرق ہونے سے بچانا چاہتے ہیں۔ اور خود آزادانہ پالیسی پر گامزن ہو کر زندگی کے خواہاں ہیں۔ تو انہیں ایک مرکز پر جمع ہونا ہی پڑیگا۔ اور پارٹیوں یعنی اپنی مخصوص جماعتوں اور بغض و عناد کے دامن کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ تاکہ قوم کی کشتی پار لگ سکے۔ اور اگر یہ کشتی ڈوب گئی تو اخبارات بھی باقی نہ رہ سکیں گے۔ اور انہیں کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرنا پڑے گا۔

یہ امر مزید قابلِ غور ہے کہ قریباً ہر عالم مذہب بلکہ ہر فردِ قوم کسی نہ کسی جماعت یعنی پارٹی (انجمن۔ ادارہ۔ ایسوسی ایشن۔ کانفرنس وغیرہ وغیرہ) سے منسلک ہے۔ پارٹی سے وابستگی کی وجہ سے وہ اسی کوشش میں ہوتا ہے۔ کہ یہی پارٹی سب سے زیادہ نمائندہ ہو اور اسے ہی سب سے زیادہ طاقت حاصل ہو جائے۔ چاہے دوسری پارٹیوں کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔ اور ان سے مخالفت ہی کیوں نہ مول لینی پڑے۔ پارٹی بازی بذاتِ خود ایک لعنت ہے۔ جو نہ خدا کے نزدیک نہ رسول کے نزدیک اور نہ ہی امام (یعنی اولی الامر وقت) کے نزدیک پسندیدہ امر شمار ہو سکتی ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" اس پر شاہد ہے۔ اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روزانہ کوئی نہ کوئی نئی پارٹی عالمِ وجود میں آجاتی ہے۔ اور جس قدر پارٹیاں زیادہ بنتی جاتی ہیں۔ قومی نفاق و اختلافات میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

یہی حالات جن سے اس وقت ملت گریہ کن دوچار ہے۔ مضمون بالا میں ملت کے پانچوں طبقوں کی صحت و درستگی کیلئے دلائل دیئے ہیں۔ جن سے کوئی بھی صاحبِ دل مومن اور دل میں درد ملت رکھنے والا اختلاف نہ کرے گا۔ تو پھر ان امراض کا علاج کیا ہے؟ اور اس کا طریق کار کیا ہونا چاہیئے؟ مضمون بالا میں ہم نے مختصراً اس پر روشنی ڈالی ہے۔ تھوڑی سی وضاحت کی مزید ضرورت ہے:-

محترم سردار کریم بخش صاحب حیدری نے "غیبتِ کبریٰ" کے دوران میں توقیعاتِ مقدسہ کی روشنی میں (رضا کار ۲۴ ستمبر ۱۹۵۵ء میں) یہی حل تجویز فرمایا ہے۔ کہ "نجف اشرف یا کربلا معلیٰ میں تمام عالمِ اسلام کے شیعی علماء کرام جمع ہو کر نائبِ امام کے وجود کو تسلیم کریں۔ اور ادارۂ اجتہاد کی تشکیلِ جدید کریں۔ کیونکہ توقیعاتِ مقدسہ کی رو سے غیبتِ کبریٰ میں فقہی مسائل اور خصوصی دینی اور شرعی امور کے علاوہ عام واقعات اور حالات میں بھی ایک مرکزی ادارۂ اجتہاد کے قیام اور اس کے افراد عام کی طرف عوام کو ایک دعوتِ عام دی گئی ہے۔ اور ادارہ کے صدر، سربراہ، نائبِ امام اور مجتہدِ اعظم یا سربراہ کے وجود کو حجت قرار دیا گیا ہے۔"

توقیعاتِ مقدسہ و اقوالِ معصومینؑ سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ محترم سردار صاحب کی ذاتی رائے پر مبنی ہے۔ اور اجتماعی امور میں ذاتی رائے ہمارے دین و مسلک کے خلاف ہے۔ لہٰذا توقیعاتِ مقدسہ کی

تشریح غیبتِ امام کے دوران میں خود نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کا صرف وہی مطلب لینا چاہیئے جو کہ اس کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔ یا اقوال معصومینؑ میں اُن الفاظ کی جو تشریح موجود ہو۔ صرف اُسے درست تسلیم کرنا چاہیئے۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام اور توقیع حضرت امام زمانہ کے الفاظ سے وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو محترم حیدری صاحب نے نکالا ہے۔ الفاظ جو محترم حیدری صاحب نے نقل فرمائے ہیں۔ یہ ہیں "جو واقعات تم کو پیش آئیں اُن میں تم اُن لوگوں کی طرف رجوع کرو۔ جو ہماری احادیث کی روایت کرنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ میری طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں"

اس کی تشریح پیشتر حضرت امام یازدہم (علیہ السلام) کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے:۔

"فقہا میں جو شخص ایسا ہو کہ اپنے نفس کا نگران اور اپنے دین کا محافظ خواہشات کی مخالفت اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو تو عوام کو چاہیئے کہ اس کی تقلید کریں"

ان ہر دو عبارتوں کے کسی لفظ سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ایک واحد مرکزی ادارہ اجتہاد قائم کیا جائے۔ اور تمام علماء مل کر ایک صدر چنیں جو تمام قوم کا سربراہ ہو۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ جس کسی میں تمام صفات پائی جائیں۔ اس کی تقلید ہو سکتی ہے۔ مگر شرط یہ کہ وہ صفات اس میں موجود ہوں۔ اور چونکہ مذہباً یہ صفات پیدا کرنے کی ہر فرد کو اجازت ہے۔ لہٰذا ایک وقت میں کئی کئی آدمی ان صفات سے متصف ہو سکتے ہیں۔ اور ایسا ہر فرد قابلِ تقلید ہے۔ بلکہ صحیح اسلامی اصول کی رو سے تو اگر خود کسی آدمی میں ایسی صفات موجود ہوں یا پیدا ہو جائیں تو اس کے لئے کسی دوسرے کی تقلید کرنا ضروری نہیں۔ ظاہر ہے کہ علماء معصوم نہیں۔ لہٰذا کسی کو اپنا سربراہ یا صدر یا نائب امام تسلیم کرنے میں اگر اختلاف پیدا ہو گیا۔ تو اُس کو کیونکر رفع کیا جائے گا۔ اس صورت میں غیر شرعی یعنی جمہوری ڈگر پر چلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ اور اس کے نتائج جو نکلیں گے ان کا اندازہ ان حالات سے جو جمہوریت سے پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہماری مرکزیت امام کے سوا اور کوئی نہیں۔ یہ مرکزیت ہر مومن کے دل و دماغ پر مسلط ہے۔ امام کو ہر حالت میں اپنے اعمال و اقوال اور نیت تک کا محاسب سمجھتے ہیں۔ یہی تو ہمارے مسلک کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ کہ ادارے عامہ کو اپنا امام نہیں بنایا گیا۔ علماء کرام۔ مرکز پر جمع ہو کر ملت کی گروہ بندی اور ہماری ملی بدحالی پر سوچنا اور قرآن اور اقوال معصومینؑ کی روشنی میں نسخہ تجویز کرنا نہایت ہی پسندیدہ اور قرینِ عقل تجویز ہے۔ اور یہی توقیعاتِ آئمہؑ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ "اُن لوگوں کی طرف رجوع کرو جو ہماری احادیث کی روایت کرنے والے ہیں۔" یعنی حجت صرف احادیث معصومینؑ ہی ہیں بشرطیکہ یہ بیانات ایسے لوگوں کی زبانی سنے ہوں جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرمودات کی روشنی میں پورے اترتے ہوں۔ جو اوپر درج ہے۔ اس اہم اور جائز تجویز کو ایسی صورت ہی میں پیش

لایا جا سکتا ہے۔ کہ اول تمام پارٹیوں۔ انجمنوں یا اداروں وغیرہ وغیرہ کو ختم کر کے صرف ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ اور ہر فرد قوم کو اس ایک ادارہ کا رکن گردانا جائے۔ بلکہ ہر ایک کیلئے اس کا رکن بننا لازمی قرار دیا جائے۔ دوم تمام قومی اخبارات ایک محاذ پر اکٹھے ہو جائیں اور اپنی مشترکہ پالیسی بنا کر اس تجویز کو بروئے کار لانے کیلئے مشترکہ فارمولا تیار کریں۔ اور مشترکہ فنڈ قائم کر کے اپنی کوشش تیز تر کر دیں۔ تاکہ صحیح دستورِ اسلام پر گامزن ہونے کیلئے میدان بھی ہموار ہو سکے۔ تمام قومی اخبارات کے مشترکہ سرمایہ سے بیسیوں مفید اور موثر امور سرانجام ہو سکتے ہیں۔ اور روزنامہ اخبارات بھی نکل سکتے ہیں جن کی خریداری جماعت کے ہر صاحب استطاعت رکن کے لئے ضروری ہو۔

ان تمام امور کا اقوالِ معصومین کی بنیادوں پر سرانجام دیا جانا بالکل ممکن ہے۔ اور یہ تجویز (یعنی تمام اداروں کی اور تمام اخبارات کی ایکائی) ہم نے اپنی رائے سے پیش نہیں کی بلکہ قرآنی اصول :- واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

کی روشنی میں امر اللہ کے ماتحت ہے۔ اور ہر مسلم کے لئے قابلِ تسلیم!

حکومت کی مساعی اتحاد معارف اسلام کی تائید

اور ایک نئے فتنہ کا آغاز!

(فرمان کا متوقع خلافت نمبر)

اس وقت جب کہ مملکت کی سالمیت کو برقرار رکھنے اور ملک کو بام عروج پر پہنچانے کے پیش نظر بشمول پاکستان میں اتفاق و اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ فرقہ وارانہ تنازعات و مسائل کو ہوا دینا زہر قاتل کے مترادف اور مملکت کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے برابر ہے۔ "معارف اسلام" کی پالیسی شروع ہی سے یہی رہی ہے۔ کہ تمام اسلامی فرقوں کو رواداری سے کام لیکر ایک دوسرے کے عقائد و اعمال کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ گورنمنٹ عالیہ نے گذشتہ محرم کے موقعہ پر شیعہ سنی علمائے کرام کو ایک مقام پر مجتمع کر کے مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کا اعلان کرایا جس سے معارف اسلام کے مسلک کی پرزور تائید ہوئی۔ "معارف اسلام کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" ثابت ہوا کہ معارف اسلام کی پالیسی درست ہے۔ کیونکہ یہ بے لوث تعلیمات اسلام پھیلا رہا ہے۔ نہ یہ اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ نہ یہ کسی سے کسی قسم کا کوئی ذاتی فائدہ اٹھانا چاہتا۔ — گورنمنٹ عالیہ نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ مسلم علماء سے اتفاق و اتحاد کی اپیل کرائی جائے۔ اس ضمن میں اخبارات و رسائل بھی چونکہ ایک بڑے ہتھیار کا کام دیتے ہیں۔ لہٰذا گورنمنٹ نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اخبارات و رسائل کی ایک مشاورتی کمیٹی بنائی گئی۔ جس میں سنی و شیعہ

اخبارات کے نمائندے شامل ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف مضامین کی روک تھام کیلئے گورنمنٹ کو مشورہ دیں گے۔ اس کمیٹی کی تشکیل جناب ڈائریکٹر صاحب تعلقات عامہ کے زیر صدارت عمل میں آچکی ہے۔ ادارہ معارف اسلام اس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے۔

ایک طرف تو گورنمنٹ ملک کی ترقی کی خاطر اتفاق و اتحاد کیلئے کوشاں ہے۔ دوسرے طرف کراچی میں ماہنامہ "فاران" فرقہ وارانہ متنازعہ مسائل کو زیادہ ہوا دینے کی تیاری کر رہا ہے اور "خلافت نمبر" نکالنے میں ہمہ تن مشغول ہے۔

مسئلہ خلافت مسلمانوں میں سب سے زیادہ متنازعہ مسئلہ ہے۔ اور بقول علامہ عبد الکریم شہرستانی (مندرجہ کتاب الملل والنحل) مسلمانوں میں جتنی تلوار مسئلہ خلافت پر چلی ہے۔ اور کسی مسئلہ پر نہیں چلی۔ کیا محترم ماہر القادری (ایڈیٹر فاران) خلافت نمبر نکال کر پھر اس مسئلہ خلافت میں مسلمانوں میں دوبارہ تلوار چلانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دماغوں کو ہوش عطا فرمائے اور صحیح راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ جب صدیوں سے یہ اس تنازعہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور اس اختلاف عظیم کو ختم نہیں کر سکتے تو آج "خلافت نمبر" نکال کر کونسی خدمت دین اسلام کی جا رہی ہے۔ اصحاب اخیار رسول اکرم کی عزت و تکریم اپنے اپنے مقام پر برقرار ہے۔ مگر مسئلہ خلافت کو چھیڑنے سے تنازعہ پسند طبیعتوں کو ذائقہ تو بہم پہنچایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے سراسر خلاف ہوگا۔ اگر ان کے مخالف جماعت یعنی شیعہ مسلمان بھی خلافت نمبر کے جواب میں اتر آئیں۔ تو جواب الجواب کا سلسلہ مسلمانوں اور ملک کے نقصان پر ختم ہوگا۔

ہمارا خیال تھا کہ محترم ماہر القادری اپنی اس ضعیفی کی عمر میں جبکہ آخرت نزدیک ہوتی جا رہی ہے مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کر کے رسول اللہ صلعم کے سامنے سرخرو ہونگے۔ مگر ان کے خلافت نمبر نکالنے سے تو مسلمانوں میں تنازعہ بڑھے گا۔ رسول اللہ (ص) خوش نہ ہونگے۔ ہمارا کام گورنمنٹ اور ایڈیٹر فاران کو آگاہ کرنا تھا۔ اب وہ جانے اور ان کا کام۔

ویخلق ما لا تعلمون

آسٹریلیا میں عجیب و غریب مخلوق کا ظہور

رائٹر ۳۰ ستمبر۔ نیو ساؤتھ ویلز میں گنڈا وال کے مقام پر ایک کاشتکار مسٹر اوجیل نے اطلاع دی ہے۔ کہ اس نے اپنی زمین کے نزدیک ایک دلدلی جزیرہ میں ایک عجیب دیکھا۔ جو سکاٹ لینڈ کے لاخ نیس اور ہمالیہ کے برفانی بن مانس کے روایتی تصور سے ملتا جلتا ہے۔

مسٹر اوجیل نے بتایا ہے۔ کہ یہ ایک بہت بڑی سی کالی چیز ہے جس کی آنکھوں میں بلا کی چمک ہے

اس بن مانس کے متعلق خبر سنتے ہی اخباری نمائندے وہاں پہنچ گئے۔ جنہیں مسٹر اوجیل نے بڑے جذباتی انداز میں بتایا کہ یہ چیز بس کسی شخص کی منتظر ہے۔ کہ وہ آئے اور اسے پکڑ لے۔ ہم کچھ لوگ اس موقع پر وہاں موجود تھے۔ ہم سب نے اسے دیکھا۔ یہ پانی سے باہر آئی، کچھ دیر باہر گھومی اور پھر غوطہ مار کر تہہ میں چلی گئی۔ اس کی قدوقامت کا اندازہ کرنا بڑا مشکل ہے۔ مگر میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک گائے کے برابر تھی۔

آسٹریلیا کا یہ بن مانس جسے وہاں پر بنیپ کہتے ہیں۔ گذشتہ ایک سو سال سے آسٹریلوی باشندوں کو نظر آ رہا ہے۔ جس شخص نے اسے دیکھا اس نے اس کے بارے میں مختلف بیان دیا۔ ابھی تک اس کی تصویر نہیں اتاری جا سکی۔ آسٹریلیا میں تہذیب کے ابتدائی ایام سے لیکر اب تک اس کی موجودگی کے بارے میں اطلاعات ملتی رہی ہیں۔ اور ان اطلاعات کی بنا پر آسٹریلیا کے اصلی باشندوں میں اس کا تصور بڑا رعایتی اور داستانی رنگ اختیار کر گیا ہے۔

بعض اطلاعات میں بنیپ کو آدھا آدمی اور آدھا مچھلی کہا گیا ہے۔ بعض اطلاعات میں اسے ایک بیل کے برابر بتایا گیا ہے۔ اور بعض اوقات اس کا قدوقامت بلی کے برابر بتایا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی آواز انسانی آواز سے ملتی ہے۔ بعض کا دعویٰ ہے۔ کہ اس کی آواز بھاپ سے چلنے والے انجن کی سخت گڑگڑاہٹ سے ملتی جلتی ہے۔ مسٹر بیل نے بتایا کہ انہوں نے جو بنیپ دیکھا ہے۔ اس نے کوئی آواز نہیں نکالی۔

مسٹر بیل سے پوچھا گیا کہ اگر وہ اس جانور کو پکڑ لیں۔ تو کیا وہ اسے چڑیا گھر میں بھیجیں گے۔ اس کے جواب میں اس نے سر ہلایا اور کہا "اگر میں ایسا کروں گا۔ تو غالباً مجھ پر کوئی غیبی مصیبت آ پڑے گی"۔ (انشار)

قدرتی حمل

"ویسٹرن نیوز سروس" نے اخبار "نیویارک ٹائمز، امریکہ" کے حوالے سے اس کے نامہ نگار مقیم لندن کی ارسال کردہ مندرجہ ذیل خبر شائع کی ہے:۔

"انگلستان میں ایک راہبہ عورت کوئی ۴۶ برس کی ہے۔ جس نے مذہبی تبلیغی معاہدہ کے پیش نظر تمام عمر شادی نہیں کی ہے۔ اب کی جنوری میں اس کو حمل کے آثار نمایاں ہوئے۔ جس پر متعلقہ چرچ کی کرسچن سوسائٹی کو تشویش لاحق ہوئی۔ اور اس نے لاٹ پادری کو رپورٹ بھیج دی۔ جس نے مذکورہ عورت کے طبی معائنہ کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ لندن کا پانچ سرکاری ڈاکٹروں کے بورڈ نے معائنہ کے بعد اپنی تشخیصی رپورٹ میں بتایا ہے۔ کہ راہبہ موصوفہ کو قدرتی حمل ہوا ہے۔ اور کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ ڈاکٹری رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ شاذونادر عورت کے جنسی اعضاء میں اس قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ کہ بغیر مرد کے حمل قرار پا سکتا ہے۔"

(ویسٹرن نیوز سروس)

ابھی حال ہی میں ڈاکٹروں نے اپنی کئی سالہ تحقیقاتی رپورٹ کا نچوڑ شائع کیا تھا۔ کہ کنواریاں

بھی بغیر مرد سے جنسی تعلقات کیے ہوئے بچے پیدا کر سکتی ہیں۔ نیویارک ٹائمز، امریکہ کا واقعہ بالا ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے منکر ہیں۔ کیا اب بھی وہ اپنے انکار پر قائم رہیں گے۔؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین o

مچھلی نما عورتیں اور مرد!

قطب جنوبی کے سفر میں مشہور سیاح ہنری ہڈسن کے دو ملاحوں تھامس ہلز اور رابرٹ نے بتایا کہ انہوں نے گرداب میں مچھلی نما عورت کو تیرتے دیکھا انہوں نے تفصیلاً بتاتے ہوئے کہا کہ اس کا بالائی حصہ نوجوان لڑکیوں جیسا اور نچلا حصہ مچھلی نما تھا۔

جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ آیا وہ مچھلی نما عورت حسین بھی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ یہی امر تو ہماری زیادہ حیرانی کا باعث تھا۔ یقین کیجئے کہ اس سے زیادہ حسین عورت ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔ سیاہ لمبے بال، کھلتا ہوا رنگ اور صحت مند جسم دیکھ کر ہم بے حد متعجب ہوئے۔ وہ ہماری طرف دیکھ کر ایک عجیب دلکش انداز سے مسکرائی اور پھر پانی کی تہہ میں گم ہو گئی۔

کیا اس عورت کے جسم پر کوئی لباس بھی تھا؟" ایک آدمی نے سوال کیا۔ رابرٹ نے جواب دیا "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میرے دوست پانی میں رہنے والی مخلوق کے جسم پر کسی پوشاک کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔" رابرٹ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم نے سوچا کہ اگر وہ دوبارہ سطح آب پر نمودار ہو تو اُسے پکڑ لینا چاہیئے۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ وہ دوبارہ دکھائی نہ دی۔"

ان ملاحوں کے بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ایسی کئی اور باتوں کو بھی زیر بحث لائیں گے۔

ایک ہزار قبل از مسیح کے لوگ ایسی مخلوقات پر یقین رکھتے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ یہ خیال ایک ہزار قبل از مسیح سے بہت قبل کے انسانوں کا بھی ہو۔ اور وہی عالم سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا ہو۔ ایسی مخلوق کا ذکر سب سے پہلے اوڈیسیس نے کیا۔ اوڈیسیس مشہور یونانی سیاح تھا جس نے اپنے سفرنامہ میں اور بھی کئی دلچسپ اور عجیب الخلقت کا ذکر کیا ہے۔

اوڈیسیس کے بعد میں کئی اور لوگوں نے بھی ایسی عورتوں کا ذکر کیا ہے۔

ایسی عورتوں کے متعلق مشہور داستان گو فرنگوالسی کی کہانیاں بہت مشہور ہیں۔

یہ داستان گو اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوا ہے چنانچہ اس نے اپنی ایک کہانی سمندری ہیومی میں ایسی ہی ایک عورت کا ذکر کیا ہے۔ اس عورت کی شکل و شباہت کے بارے میں اس نے

لکھا ہے کہ اس کا اوپر کا حصہ خوبصورت عورت جیسا اور دھڑ مچھلی نما تھا۔ اور خاصی لمبی دم بھی تھی۔

آثارِ قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب ایک عورت کو پکڑا گیا تو چھ دن بعد وہ مر گئی۔ ایسی عورت کی تصویر جارج سوم آف برطانیہ نے بھی دیکھی تھی۔

انڈونیشیا کے ساحل امبوینا کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں کئی لوگوں نے مچھلی نما عورتوں کو دیکھا ہے۔ ۱۸۱۴ء میں دو سکاٹش باشندوں نے انکشاف کیا جب وہ ساحل سمندر پر کھڑے تھے۔ تو انہوں نے دو مچھلی نما عورتوں کو تیرتے دیکھا جن کے بال بجائے سیاہ ہونے کے سبز رنگ کے تھے۔

۱۸۰۹ء میں ایک سکاٹش مدرس نے مشہور اخبار ٹائمز کو ایک خط میں لکھا کہ اس نے ایک نہایت ہی حسین و جمیل مچھلی نما عورت کو دیکھا جو خلیج کیتھنس کے کنارے بیٹھی اپنے سیاہ اور لمبے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ انہیں سنوار رہی ہے۔

لیکن اس مدرس نے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ آیا اس عورت کے دم بھی تھی یا نہیں۔ ہو سکتا ہے اس نے عورت کو سامنے سے دیکھا ہو۔ اس سے دم لازمی پیچھے کو ہو گی۔

۱۸۲۲ء میں برطانیہ کی مشہور اخبار لندن لٹریری گزٹ نے ایک خط شائع کیا جس میں فلپ نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے کیپ ٹاؤن کی نمائش میں مچھلی نما عورت کا مجسمہ دیکھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ماہی گیروں نے جب ایسی مچھلی نما عورت کو دیکھا تو بڑی کوششوں سے اسے جال میں پھنسا لیا۔ مگر جب پانی سے باہر نکالا گیا۔ تو وہ چند گھنٹے بعد مر گئی۔

چنانچہ یہ مردہ مچھلی نما عورت شہر باٹویا میں لائی گئی۔ جہاں اسے ایڈلیس نامی ایک بحری کپتان نے پانچ ہزار ڈالر کے عوض خرید لیا۔ کپتان ایڈلیس اس حنوط شدہ لاش کو لیکر انگلینڈ پہنچا یہاں پہنچکر اس نے سر ایورڈ ہوم پریذیڈنٹ اور رائل کالج آف سرجن سے درخواست کی کہ اس لاش کا معائنہ کیا جائے کیمیائی معائنہ کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ مشہور سرجن ولیم کلف نے اس لاش کا معائنہ کیا کہ یہ جسم کسی سمندری مچھلی نما عورت کا نہیں ہے۔ بلکہ کپتان ایڈلیس کو دھوکا دیا گیا ہے۔ دراصل یہ جسم بڑی چالاکی اور احتیاط سے خود تیار کیا گیا ہے۔

کیپٹن ایڈلیس کو اپنی رقم کے ضائع ہونے کا کچھ زیادہ افسوس نہ ہوا۔ اس نے اس عورت کی خود ساختہ لاش کو ایک کمرے میں رکھ کر اس کی نمائش پر ٹکٹ لگا دیا۔

دیکھنے کے لئے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ چند سال بعد جاپانیوں نے مچھلی نما عورتوں کے مجسمے بنانا شروع کر دیئے۔ لیکن جو بھی ان مجسموں کو دیکھتا ہی سمجھتا کہ یہ سچ مچ کی لاشیں ہیں۔

مچھلی نما مرد

مچھلی نما عورتوں کے ساتھ ساتھ مچھلی نما مرد کی موجودگی کا ثبوت بھی ملتا ہے ہنری دوم کے عہد میں ایک ماہی گیر نے مچھلی نما مرد کو پکڑا۔ اس مرد کے

جسم پر لمبے لمبے اور گھنے بال تھے۔ اُسے قلعہ آکسفورڈ کے ایک تالاب میں چھوڑ دیا گیا، تو پھر ایک قریبی بحر میں چھوڑا گیا، اور گو کئی ماہی گیر اور دوسرے پہرے دار تعین کر دیئے گئے۔ لیکن وہ مچھلی نما مرد ایک ہی غوطے میں نجانے کہاں جا پہنچا۔ اور لوگ حیران ہو کر خالی ہاتھ لوٹ آئے۔

۱۸۴۰ء میں تھو بونڈ سٹریٹ میں نمائش ہوئی تو وہاں ایک عجیب انسان دیکھا گیا۔ اس مرد کی عمر بیس برس تھی۔ اس کا نام جیمز برٹ تھا۔ گردن سے پاؤں تک اس کا تمام جسم چھوٹے چھوٹے کانٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ آدمی سفورک میں ایک انسانی گھرانے کی پیدائش تھی۔

ایسی ہی ایک اور عجیب پیدائش ۱۹۷۰ء میں اٹلی میں ہوئی ۔۔ یہ ایک لڑکا تھا جس کا دھڑ مچھلی اور بالائی حصہ انسانی تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لڑکا انتہائی خوبصورت تھا لیکن اس کے جسم پر گردن سے پاؤں تک چھوٹے چھوٹے نوکیلے کانٹے تھے۔ جب انہیں اکھاڑ لیا جاتا تو وہاں اور اُگ آتے تھے۔ لیکن جوں جوں وہ لڑکا بڑھتا گیا۔ اُس کے جسم پر کانٹے کم ہوتے گئے۔ والدین نے لڑکے کو تعلیم دلوائی اور وہ اپنے وقت کا ذہین ترین مدبر تسلیم کیا جانے لگا۔ اور اس نے انگلینڈ اور فرانس کا سفر بھی کیا ان کا ملک میں پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اور اُسے شاہی مہمان کے منصب سے نوازا گیا۔

یہ واقعات ہمیں یہ ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کہ سمندر میں مچھلی نما مرد کی موجود ممکنات میں سے ہے۔ لیکن قطب جنوبی کے سفر سے آنے والے لوگوں کے بیانات محض حسین مذاق معلوم ہوتے اس لیے مچھلی نما عورت کا موجود ہونا ابھی تک صرف قیاسیات تک ہے البتہ مچھلی نما مردوں کی موجودگی صداقت کو پہنچ گئی ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۸

لوگوں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے اگر انہوں نے آپ کے یہاں آنے سے پہلے تمام داخلی انتشار و فسادات کا خاتمہ کر کے اس معاملے کو یکطرفہ کر دیا ہوتا اور آپ جنگ وغیرہ کے خدشات سے بے نیاز ہو کر کوفے جاتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن موجودہ صورت میں جیسی کہ آپ نے بیان فرمائی ہے میں آپ کے وہاں جانے میں ہرگز صلاح نہیں دیکھتا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ یہ معاملہ مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ لیکن امر خداوندی نے پورا ہونا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

(پس معلوم ہوا کہ امام علیم ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر امام حسینؑ کی بجائے کوئی غیر معصوم امام ہوتا تو پہلے ہی مرحلے میں اس کے پاؤں ڈگمگا جاتے اور وہ تنعیم سے ہی واپس چلا جاتا۔ مگر معصوم کی عجب شان ہوتی ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ کلمۂ وجودیۂ الٰہیہ ہے اور کلمۂ الٰہیہ کے لئے فنا و موت نہیں۔ موت عالم خلقی و عنصری کے لئے ہے کلمہ وجودیہ الٰہیہ شعاع آفتاب سرمدی ہے جو قائم و دائم ہے۔ مگر یہ ایک علیحدہ مضمون ہے جو میرے موضوع سے خارج ہے۔) (باقی آئندہ)

معیارِ قیادت اور تلقینِ نظم و ضبط و اطاعت

(بزبان امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

أَمِينُ وَحْيِهِ، وَخَاتَمُ رُسُلِهِ، وَبَشِيرُ رَحْمَتِهِ، وَنَذِيرُ نِقْمَتِهِ۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ، أَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ فِيهِ۔ فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ فَإِنْ أَبَى قُوتِلَ۔ وَلَعَمْرِي لَئِنْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتَّى يَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا إِلَى ذلِكَ سَبِيلٌ وَلكِنْ أَهْلُهَا يَحْكُمُونَ عَلَى مَنْ غَابَ عَنْهَا ثُمَّ لَيْسَ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَخْتَارَ۔ أَلَا وَإِنِّي أُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ، رَجُلاً ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ، وَآخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيْهِ۔ أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ فَإِنَّهَا خَيْرُ مَا تَوَاصَى الْعِبَادُ بِهِ وَخَيْرُ عَوَاقِبِ الْأُمُورِ عِنْدَ اللهِ۔ وَقَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَا يَحْمِلُ هذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ فَامْضُوا

وہ امین وحی اللہ کے امانت دار، اُس کے رسولوں کی آخری فرد، اُس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس امر (قیادت) کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت (و صلاحیت) رکھتا ہو۔ اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے۔ تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کیلئے کہا جائیگا اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائیگا۔ اپنی جان کی قسم! اگر وہ انعقاد تمام افراد اُمت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ (اس کی صورت تو) انہوں نے یہ رکھی تھی کہ اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے۔ جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہوں گے۔ پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے۔ دیکھو! میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کرونگا ایک وہ جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے۔ جو اس کی نہ ہو۔ اور دوسرا وہ جو اپنے عاید کا پابند نہ رہے۔

(اس خطبہ کا ایک جزو یہ ہے) اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا ہوں۔ کیونکہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں ان میں تقویٰ سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک تمام چیزوں کے نتائج سے بہتر ہے

بِمَا تُؤْمَرُونَ بِهِ، وَقِفُوا عِنْدَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ. وَلَا تَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ حَتَّى تَتَبَيَّنُوا فَإِنَّ لَنَا مَعَ كُلِّ أَمْرٍ تُنْكِرُونَهُ غِيَرًا. أَلَا وَإِنَّ هٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا وَتَرْغَبُونَ فِيهَا، وَأَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَتُرْضِيكُمْ، لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِي خُلِقْتُمْ لَهُ وَلَا الَّذِي دُعِيتُمْ إِلَيْهِ. أَلَا وَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِي خُلِقْتُمْ لَهُ وَلَا الَّذِي دُعِيتُمْ إِلَيْهِ. أَلَا وَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَكُمْ وَلَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا. وَهِيَ وَإِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ شَرَّهَا، فَدَعُوا غُرُورَهَا لِتَحْذِيرِهَا، وَأَطْمَاعَهَا لِتَخْوِيفِهَا. وَسَابِقُوا فِيهَا إِلَى الدَّارِ الَّتِي دُعِيتُمْ إِلَيْهَا، وَانْصَرِفُوا بِقُلُوبِكُمْ عَنْهَا. وَلَا يَخِنَّنَّ أَحَدُكُمْ خَنِينَ الْأَمَةِ عَلَى مَا زُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا، وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَى مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ. أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِينِكُمْ. أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ. أَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ۔ (نہج البلاغہ)

تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس جنگ کے جھنڈے کو وہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے والا (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو۔ تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکا جائے اس سے باز رہو۔ اور کسی بات میں جلدی نہ کرو جب تک اسے خوب سوچ سمجھ نہ لو۔ ہمیں ان امور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے۔ دیکھو! یہ دُنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو جو کبھی تم کو غضبناک بنا دیتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے۔ تمہارا اصلی گھر نہیں ہے اور نہ وُہ منزل ہے جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ اور نہ وُہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو! یہ تمہارے لئے باقی رہنے والی نہیں۔ اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اگر اس نے تمہیں (اپنی آرائشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی برائیوں سے خوف بھی دلایا ہے لہٰذا تم اُس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ۔ اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بناء پر اس کے طمع دلانے میں نہ آؤ۔ اس گھر کی طرف بڑھو جس کی دعوت دی گئی ہے اور اس دُنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو۔ تم میں سے کوئی شخص دُنیا کی کسی چیز کے روک لئے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اطاعت خدا پر صبر کرکے اور جن چیزوں کو اس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہا ہے۔ ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو۔ دیکھو! اگر تم نے دین کے اُصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کا کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دُنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچا سکے گی جسے تم نے محفوظ رکھا ہو۔ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالانہ رپورٹ منجانب مدیر ادارہ

جو مدیر ادارہ نے اراکین ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۲ راکتوبر ۱۹۵۸ء بروز اتوار (بوقت دس بجے صبح) بمقام حسینیہ ہال۔ اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیش کی اور پڑھ کر سنائی :۔

ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے سال گذشتہ میں جو کچھ کیا گیا وہ عرض خدمت ہے ادارہ کے مالیات کے سلسلہ میں محترم مدیر مالیات بعد ازیں علیحدہ رپورٹ پیش فرمائینگے۔

(۱) ادارہ کا لٹریچر:۔ سال گذشتہ میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل شائع کئے گئے۔

(۱) حقانیت اسلام بہ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام = ۱۳۲ صفحات
(۲) تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا = ۹۶ صفحات
(۳) اسلام معاشرہ اور تعلیمات محمد و آل محمد = ۱۱۲ صفحات
(۴) عہدناموں کی تعلیمات = ۸۲ صفحات
(۵) جمہوریت اور امامت (جو بالاقساط شائع ہورہی ہے) = ۹۳ صفحات

پہلی تینوں کتابوں کی قیمت -/۲/۲ روپے ہے۔ اور ماہنامہ کی قیمت -/۱۰/۴ روپیہ گویا کہ ایک سال میں سات روپے دو آنے کا لٹریچر ہر ممبر کو مفت دیا گیا۔ اور لائبریریوں و ریڈنگ روموں وغیرہ میں علیحدہ۔ "عہدناموں کی تعلیمات" عیسائیت کی موجودہ رو کو روکنے کے لئے شائع ہوئی۔ اور "جمہوریت اور امامت" جو موجودہ دنیا کے فسق و فجور اور غلط حکومتوں کے دستور کے متعلق شائع ہو رہی ہے۔ یہ ہر دو کتب ماہنامہ معارف اسلام کے ساتھ بالاقساط شائع ہوئیں۔ لہذا ان کی علیحدہ قیمت نہیں لگائی گئی۔

مندرجہ بالا ہر پنج کتب کی ضخامت پر غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ اگر اپنی کتب و رسائل کی تعداد بڑھانا ہی ہمارا مقصد ہوتا تو ہم ان تین کتابوں کی بجائے سولہ سو صفحات کے بتیس یا بتیس صفحات کے سولہ رسالے شائع کر سکتے تھے۔ مگر ہم نے تو ہمیشہ ضرورتِ وقت اور افادیت کا خیال رکھا ہے۔ عقائد اسلام (یہ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام) کی جس قدر اس زمانہ میں ضرورت ہے وہ پہلے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے۔ عوام کو صحیح عقائد اسلام سے روشناس کرانا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ تاکہ لادینی کا سیلاب رُک سکے۔ کتاب مذکور میں معصومینؑ کے زمانوں کی کیفیتِ مذہب بیان کرنے کے علاوہ خود معصومینؑ کی زندگی اور ان کے زمودہ عقائد متعلق الٰہیات۔ اسلام۔ نبوت۔ امامت۔ معاد۔ جنت و دوزخ اور علم و عمل کے متعلق بھی درج ہیں اسی طرح حدیث انا مدینۃ العلم ... الاخر کی تحقیق ہے۔ عوام کا کشتیِ اہلبیتؑ سے رُخ پھیرنے کی غرض سے زمانہ میں قسم قسم کے خیالات ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ ادارہ معارف اسلام ہر غلط مسئلہ اور نئے نظریئے کا حتی الوسع دفاع کر رہا ہے۔ اسلامی معاشرہ اور تعلیماتِ محمدؐ و آل محمدؐ شائع کرکے ادارہ نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ شب و روز جو معاشرہ کی درستگی کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ ان کے جواب میں صحیح اسلامی معاشرہ پیش کرکے ادارہ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اس کتاب میں اقوال معصومینؑ سے مومنین و مسلمین کے تعلقات و امداد باہمی کے اصول زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق علیحدہ علیحدہ جمع کئے گئے ہیں۔ ان ہر سہ کتب کی کافی تعداد مفت تقسیم ہوئی ہے اور اراکین ادارہ کے علاوہ بھی بعض چیدہ چیدہ مقامات مثلاً لائبریریوں وغیرہ میں بھی تقسیم کی گئی ہے۔

(۴) کتاب مواعظ حسنہ:۔ علامہ شیخ عبدالعلی الہروی اعلی اللہ مقامہ کے مواعظ کا مجموعہ مدت سے مارکیٹ میں ختم تھا۔ اور اسکے بغیر طالبانِ علم بڑی تشنگی محسوس کر رہے تھے۔ گو اس کتاب پر بطور ناشر ایمان بکڈپو کا نام درج ہے۔ اور "ادارہ معارف اسلام" کے لئے "حسب فرمائش" کے الفاظ موجود ہیں۔ مگر فی الحقیقت اگر ادارہ اس کی طباعت کا بار مناسب مدتک برداشت نہ کرتا تو یہ مقبول کتاب زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکتی۔ موجودہ دنیا جو ہر مسئلہ کو نام نہاد روشن خیالی کی روشنی میں دیکھتی ہے۔ اور علم سائنس سے اس کی پیمائش کرتی ہے۔ اس کے لئے یہ کتاب مستطاب نسخۂ کیمیا سے کم نہیں۔ کافی حد تک ذی علم حضرات کی تشنگی دور کرتی ہے۔ اس کتاب کی

مطبوعات بھی آپ کے اس ادارہ کا سال گزشتہ کا اہم کارنامہ ہے۔

(۳) بنگالی زبان میں لٹریچر کی ضرورت۔ مشرقی پاکستان میں جہاں کہ آپ کے لاکھوں ہم مذہب گمنامی اور خاموشی کے ساتھ تقیہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں افسوس ہے کہ اس جانب بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ حالانکہ ہمارے تمام اداروں کا رُخ زیادہ تر اس طرف ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مغربی پاکستان کی نسبت مشرقی پاکستان میں اصلاح و تبلیغ کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس اہم امر کی طرف بھی آپ کے اس قومی ادارہ ہی نے قدم بڑھایا ہے۔ اور ماہنامہ "معارف اسلام" اور قوم کے دیگر جریدوں میں انجمنوں کو اس طرف توجہ دینے کی اپیل کی جا چکی ہے۔ سال گزشتہ اس ضمن میں نہایت ہی اہم تاریخی حیثیت رکھے ہوئے ہے کہ ادارہ "معارف اسلام" نے بنگالی زبان میں اپنا لٹریچر شائع کر کے مشرقی پاکستان کے تمام اضلاع میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اس کا سہرا حقیقت میں ادارہ معارف اسلام کے سیکرٹری برائے حلقہ مشرقی پاکستان یعنی محترم جناب سید محمد سبطین صاحب تیج گاؤں (ڈھاکہ) کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنی شب و روز کی کوشش سے اس اہم اور ضروری کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ابھی تک ہمارے دو کتابچے یعنی "نفس رسول" اور "دلیل عزا" کے بنگلہ ترجمے علی الترتیب ماہ رمضان اور محرم میں ڈھاکہ چٹاگانگ کھلنا اور بریسال وغیرہ کے اضلاع میں تقسیم ہوئے ہیں۔ اور ادارہ کے اتحادی پوسٹر جو حسب معمول ماہ محرم میں شائع ہوتے ہیں ان کا بنگالی ترجمہ کروا کر بھی وہاں چسپاں کروائے گئے ہیں۔ اور ہینڈ بل کی صورت میں بھی عوام الناس میں تقسیم ہوئے۔

مشرقی پاکستان میں "ادارۂ معارف اسلام" کا علیحدہ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے اور اس کا حساب آمد و خرچ لاہور میں ادارہ کے مرکزی دفتر میں رہے گا۔ آئندہ ادارہ کا تیسرا بنگلہ کتابچہ "ختم نبوت" ہوگا۔ کیونکہ وہاں کی پبلک شیعہ سُنّی اتحاد کے قیام کیلئے اس موضوع کو پسند کرتی ہے۔

(۴) ماہنامہ معارف اسلام:۔ یہ عین ممکن تھا۔ کہ ادارہ سال گزشتہ میں اور بھی کئی مفید کتب شائع کر کے عوام کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا۔ مگر ماہنامہ معارف اسلام کا باقاعدگی سے شائع ہونا ایک ایسا کارنامہ ہے جو ادارہ کے حالات اور بالخصوص مالی حالت کی نسبت بہت بڑا ہے۔ پہلے سال آٹھ صفحات ماہنامہ۔ دوسرے سال بیس صفحات ماہانہ اور اس تیسرے سال چوبیس صفحات ماہانہ باقاعدگی سے نکالنا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ درآنحالیکہ ہم نے کوئی پیڈ (Paid) ایڈیٹر نہیں رکھا ہوا نہ ہی اس کے لئے کوئی علیحدہ مخصوص اسٹاف رکھا ہے۔ بلکہ اراکین کے خلوص و محبت کا اعزازی تحفہ ہے۔ ——— ماہنامہ کے شروع کرنے سے پیشتر ہمارا خیال تھا۔ کہ ادارہ کے لئے یہ ایک Profitable یعنی منافع بخش کام ہوگا۔ اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی۔ مگر منافع اُسی حالت میں

ہونا شرط ہے کہ اس کام کو محض دوکانداری یعنی صرف تجارتی بنیادوں ہی پہ چلایا جائے۔ مگر یہاں تو مقصد تجارت نہیں۔ فراہمی سرمایہ کے لئے بھی اگر کوئی تجویز سوچی جاتی ہے یا پروگرام بنایا جاتا ہے۔ تو محض ادارہ کے مقاصد کے حصول کیلئے اور مقاصد تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی اشاعت ہی ہے اور اشاعت کو وسیع طور پہ قائم کرنے کے لئے ماہنامہ کو قریباً ہر منظور شدہ لائبریری اور ریڈنگ روم اور ریڈنگ روم وغیرہ میں مفت بھیجا جاتا ہے۔ جہاں ایک ایک پرچے کو سینکڑوں آدمی پڑھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ادارہ کو ماہنامہ کے اکاؤنٹ میں مالی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور منافع کی بجائے آمد و خرچ برابر بھی نہیں ہو سکا۔ بلکہ اخراجات آمدن کی نسبت زیادہ ہو گئے۔

ماہنامہ کی افادیت کا ثبوت خود اس کا اپنا وجود ہے یا بیسیوں خطوط ہیں جو کہ مختلف قدردان افراد جماعتوں کی طرف سے آتے رہتے ہیں۔ اور ادارہ کی فائل پہ موجود ہیں۔ چند ایک دلچسپ اقتباسات محض آپ کی اطلاع کے لئے پیش کرتا ہوں:۔

(۱) آغا محمدؐ سلطان مرزا بالقابہ (مصنف البلاغ المبین وغیرہ) نے تحریر فرمایا:۔

"آج آپ کے معارف اسلام کا مطالعہ بغور کیا۔ ماشاء اللہ تمام پاکستان میں یہ پرچہ مسلمانوں کا بہترین رسالہ ہے آپ نے مسئلہ غیبت امام۔ عربی سے نابلد علماء ...... وغیرہ صحیح اسلامی ذور، جوش و حمیت کے ساتھ لکھا ہے۔ سارا ہی پرچہ واقعی معارف اسلام سے مملو ہے۔ مبارک ہو۔ اور خداوند تعالیٰ آپ کو مذہب حق کی تائید رائے وحمایت کی توفیق وافر عنایت فرمائے۔ آمین۔ آپ یہ بہت عمدہ کام کر رہے ہیں۔ میری طبیعت آپ کے پرچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہے۔ یہ تصنع یا بناوٹ یا تکلف نہیں ہے۔ میں دل سے عرض کر رہا ہوں ......"

(۲) ایک محترم سید مجتبیٰ صاحب نقوی سرگودھا سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"آج مبلغ دس روپے کا منی آرڈر بھیج رہا ہوں۔ جس میں -/۳/۱۲ روپیہ میرے زرِ رکنیت اور بقایا رقم معارف اسلام پریس فنڈ کے لئے ہے۔ میں پہلے ہی "معارف اسلام" کا خریدار ہوں۔ میرا خریداری نمبر ۶۲۹ ہے۔ اب آئندہ سے مجھے "معارف اسلام" کا ممبر تصور فرمادیں ...... میں امامیہ مشن لاہور کا بھی ممبر ہوں۔ اور صداقت کا پرچہ بھی میرے پاس آتا ہے مگر معارف کی تحریر اور مضامین پڑھ کر جو لطف آتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ صداقت کے جوابات مع حوالہ جات ضرور درست ہوتے ہیں۔ مگر زبان اتنی پاکیزہ نہیں یہ کمال "معارف اسلام" ہی کا دیکھا ہے کہ اعتراض کا جواب بھی مستند اور نہایت سنجیدگی اور متانت سے۔ مجھے شوق ہے اور دعا بھی ہے کہ معارف اسلام پریس جلدی لگ جائے ......"

(۳) محترم فتح محمد صاحب جماعت اسلامی راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"...... جہاں تک "معارفِ اسلام" کی افادیت کا تعلق ہے اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کا نقطۂ نظر اس سے بالکل صحیح طور پر واضح ہوتا رہتا ہے......"

(۴) سید ظہیر الحسن صاحب لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں۔ "آپ کا رسالہ "معارفِ اسلام" اپنے خاص اسالیب تبلیغ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ میں یہاں کے ہائی سکول میں ٹیچر ہوں اس علاقے کا سو فیصدی ماحول سُنی ہے۔ شیعہ حضرات کے دیگر رسالوں کی بابت ان لوگوں کا یہ اعتراض تھا کہ شیعہ لوگ دوسروں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ لیکن بحمد اللہ "معارفِ اسلام" سے ان کو یہ گلہ نہیں۔ وہ اسے شوق سے پڑھتے ہیں۔ دعا ہے کہ معارف اسلام دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ انشاء اللہ مجھ سے اور خریدار بنانے کی کوشش کروں گا......"

(۵) اسلامک ریسرچ سنٹر جھنگ والے سید جواد حسین نقوی تحریر فرماتے ہیں۔ "ماہنامہ معارف اسلام کی افادیت سے انکار محال ہے۔ یہ مجلہ اللہ کے فضل سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ جب مجلہ کو ملاحظہ کیا تو مجھے "ترجمان القرآن" اور اس کے معیار میں چنداں فرق نظر نہیں آیا۔ حالانکہ "ترجمان القرآن" کئی برسوں کی مسلسل جد و جہد کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس آپ کے مجلہ نے ابھی اپنی زندگی کے چار منازل ہی طے کئے ہیں۔ شیعہ عوام جامد نہیں۔ بلکہ مذہبی لٹریچر جامد تھا۔ اسلئے عوام فرسودہ باتوں سے تنگ آ گئے تھے۔ یہ مجلہ میں نے میانوالی کے قیم جماعت اسلامی کو دکھلایا۔ تو وہ حیران ہو کر ششدر رہ گئے۔ آپ کی ضخیم کتاب فتنۂ تفسیر بالرائے میں نے خریدی تھی۔ جب یہ میری نظر سے گزر گئی تو میں نے دار المطالعہ جماعتِ اسلامی میانوالی میں قیم جماعت کو دکھلائی۔ تو وہ حیران ہو گئے۔ اور انہوں نے بھی یہ کتاب خرید لی۔ وہ ان دنوں محترم پرویز کے رسالہ "طلوع اسلام" کو فائل کر رہے ہیں تاکہ مکمل کر کے مولانا مودودی سے اس کا جواب لکھا جائے۔ یہ کتاب ان کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ اور انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لی۔"

(۶) ایک تازہ خط کل ہی آیا ہے۔ محترم ڈاکٹر سید ممتاز حسین زیدی لاہور چھاؤنی روڈ سے تحریر فرماتے ہیں۔ "آپ کے معارفِ اسلام میں مضامین نہایت دلچسپ پُر از معلومات اور نہایت مفید ہوتے ہیں۔ جن سے عوام اور خواص سب یقیناً استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے قوم کا اتحاد جس کے لئے آپ تقریباً ہر مقالہ میں تبلیغ فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ کم از کم دو شخص اہلسنت والجماعت کے میری واقفیت میں ایسے ہیں جو مجھ سے آپ کا رسالہ حاصل کر کے اس کا مطالعہ ضرور کرتے ہیں......"

یہ چند اقتباسات ہیں جو مختلف خطوط سے میں نے پیش کئے۔ ورنہ بیسوں خطوط بہت ہی حوصلہ افزا تحریروں کے ایسے موجود ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں۔

ماہنامہ "معارف اسلام" کی باقاعدہ طباعت و ترسیل میرے خیال میں حالات کو دیکھتے ہوئے ایک بڑا کام ہے۔ اگر اس پر ذرا مزید توجہ کی جائے۔ اور ممبران ادارہ اس کا تھوڑا خرچ اور برداشت کریں تو اسے موجودہ حالت سے بھی زیادہ مفید اور زیادہ معیاری بنایا جا سکتا ہے۔

(۴) **مفت لٹریچر کی تقسیم** :۔ یہ آپ کے ادارہ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ کے حقائق و براہین اور استدلال محکم اور غیر متزلزل ہیں۔ اور یہ عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ آپ کا لٹریچر پڑھنے کے بعد مشکل ہی سے کوئی متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے مگر آپ خود ہی اسے شائع کرکے بار بار اسے آپ ہی پڑھتے جائیں تو "جنگل میں مور ناچا کس کام" بیشک لٹریچر پڑھنے سے خود آپ کے عقائد پختہ ہونگے۔ علم حاصل ہوگا اور لٹریچر آپکے علم و عمل کی اصلاح کریگا۔ مگر دیگر عوام کو بھی تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اسلام کا پیغام تو ہر ایک کیلئے ہے۔ آپکا لٹریچر اگر دوسروں تک نہیں پہنچا اور آپ ہی کے حلقہ میں چکر لگا رہا ہے۔ تو یہ ہماری کمزوری میں شمار ہوگا۔ اور ہم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکینگے۔ یہ شرف آپ کے اس ادارہ ہی کو حاصل ہے۔ کہ ہزاروں روپیہ کا لٹریچر سالانہ مفت تقسیم کرتا ہے۔ اور خاص طور پر ملک کی مشہور و منظور شدہ لائبریریوں۔ پبلک ریڈنگ روموں۔ سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں۔ ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے اور یتیم خانوں میں یتیم بچوں کے مطالعہ کے لئے مفت فراہم کرتا ہے۔ نہ صرف لٹریچر کی قیمت برداشت کرتا ہے بلکہ وہاں پر پہنچانے کے اخراجات مثلاً پوسٹیج وغیرہ بھی خود اپنی گرہ سے ادا کرتا ہے۔ سال سابقہ ۱۷۲۶/۵/- روپیہ مالیت کا لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا تھا۔ اور سال گذشتہ میں ۳۱۵۹/۱۲/- روپیہ کی مالیت کا لٹریچر مفت تقسیم ہوا۔ گویا کہ پہلے سے قریباً دوگنی رقم اس سال مفت لٹریچر پر خرچ ہوئی۔

(۵) **اتحادی اشتہارات** :۔ اتحاد بین المسلمین کی فی زمانہ جس قدر ضرورت ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ ملک کے دیگر شیعہ سنی اداروں نے اس اہم امر کی طرف بہت ہی کم توجہ دی ہے جو خاص فرقہ وارانہ جماعتیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے پہلی طرح دست و گریباں رہیں۔ جسکے نتیجے میں ایام محرم میں جس قدر جھگڑا پایا جاتا تھا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ ادارہ معارف اسلام ہر سال اتحادی پوسٹر شائع کرکے طول و عرض مشرقی و مغربی پاکستان میں پبلک مقامات پر چسپاں کرواتا ہے۔ اس سال بھی محرم کے موقع پر قریباً دس ہزار کی تعداد میں چھ قسم کے پوسٹر شائع کئے گئے۔ جن میں عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کے سلسلہ میں مسلمانان اشتراک عمل اور اتحاد و تعاون کی موثر طریقوں سے تبلیغ کی گئی تھی۔ یہ پوسٹر مشرقی و مغربی پاکستان میں ممبران ادارہ کے ذریعے چسپاں کئے گئے جن کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور اس مرتبہ محرم میں جو امن و امان اور صلح و آشتی کا مظاہرہ (ماسوائے ایک یا دو مقامات کے) جو عام دیکھنے میں آیا۔ اسمیں حکومت کی کوششوں کے علاوہ ادارہ معارف اسلام کا بھی کافی حصہ ہے۔ دس ہزار پوسٹروں کی اشاعت کا خرچ کوئی معمولی خرچ نہیں اور

دستوروں میں سب خرچ ہی خرچ ہوتا ہے۔ آمد کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ کافی رقم آپ کی ان پر بھی صرف ہوئی ہے۔ جوکہ اخراجات میں شامل ہے۔

ان تمام امور خیر و ثواب کے باوجود ممبران ادارہ بالخصوص ممبران بیرونجات نے اتنی توجہ نہیں فرمائی جو ان کا حق تھا۔ اگرچہ بعض ممبران بیرونجات نے پورا پورا تعاون کیا اور اپنے ذمہ رقوم ادا فرماتے رہے۔ مگر اکثر ایسے ہیں۔ جنہوں نے آج تک اپنے ذمہ بقایا واجب الادا رقوم ادا نہیں فرمائیں۔ لٹریچر وصول فرماتے رہے۔ حالانکہ یہ امر سب بخوبی جانتے ہیں۔ کہ بغیر سرمایہ کے کوئی نشر و اشاعت کا کام نہیں ہو سکتا۔

ادارہ کے مالی امور کے متعلق مکمل رپورٹ مدیر مالیات شیخ شوکت علی صاحب نسیم علیحدہ پیش کر رہے ہیں۔ مگر میں چند ایک ایسی چیزیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن کی آئندہ ضرورت ہے۔

(۱) سب سے مقدم چیز جس پر ادارہ کی کافی رقم خرچ ہو رہی ہے۔ وہ ادارہ کا دفتر ہے قریباً ایک ہزار روپیہ سالانہ ادارہ کے دفتر کا خرچ ہے۔ اگر یہ جگہ ادارہ کی اپنی ملکیت ہو تو ایک ہزار روپیہ سالانہ کی بچت ہو سکتی ہے۔ اور اس جگہ سے بھی مزید فائدہ حاصل ہو سکتا ہے دنیا میں جرائم اور بد اخلاقیوں کا بھی زور ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ہفتہ وار درس اخلاق کے سلسلے شروع کئے جائیں۔ اگر ادارہ معارف اسلام کی کوئی اپنی جگہ ہو تو وہاں پر اپنے دفتر کے علاوہ ایک چھوٹا سا Sermon Hall آئمہ معصومین میں سے کسی کے نام پر تعمیر کرایا جا سکتا ہے۔ اور اسی جگہ لائبریری و پبلک ریڈنگ روم بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں میں اختتام جلسہ پر اپنی حقیر تجاویز پیش کروں گا

(ب) لٹریچر کی نشر و اشاعت کیلئے پریس کی ضرورت سب سے مقدم ہے۔ اگر اپنا پریس ہو تو یہ کام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور روزنامہ نکالنا بھی آسان تر ہو جاتا ہے۔ اسکے لئے گذشتہ مہینوں میں معارف اسلام پریس کی تجویز عہدیداران ادارہ کی جانب سے پیش ہوئی اور محترم مدیر مالیات نے بحث کر کے سب سے پہلے خود اپنی گرہ سے رقم ادا کر کے یہ اکاؤنٹ بھی بنک میں کھلوا دیا۔ اور اسکے متعلق پراپیگنڈا بھی شروع کیا گیا مگر افسوس ہے کہ قوم نے اس طرف بہت ہی کم توجہ دی ہے۔ بالکل ہے کہ جیسے پوری طرح توجہ نہ دلائی ہو۔ یہ ایک قومی پریس ہوگا۔ کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ معارف اسلام کے علاوہ اور بھی دو ادارے پریس قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ قوم کے جتنے بھی قومی پریس قائم ہوں۔ اتنا ہی اچھا ہے اللہ کرے سب ادارے کامیاب ہوں۔ معارف اسلام کا سلسلۂ اشاعت جاری ہے۔ اور یہ کسی کا ذاتی بھی نہیں لہذا اس طرف تمام قوم کی بالعموم اور ممبران ادارہ کو بالخصوص فوری توجہ دینی چاہیئے تاکہ ہم اپنا پروگرام زیادہ خوش اسلوبی اور زیادہ توجہ اور جوش و خروش سے جاری رکھ سکیں۔

(ج) آئندہ مزید لٹریچر کی اشاعت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ یہی ہمارے پروگرام کا سب سے بڑا جزو ہے

اس کے لئے فنڈز کی ضرورت ہے۔ اور تمام ممبران کی اس طرف فوری توجہ درکار ہے۔ کون کون سی کتب چھاپی جائیں؟ کون کون سی مفت دی جائیں اور کون کون سی قیمتاً دی جائیں؟ اور کون کون سی کتب کی اشاعت عوام کے لئے مفید ہے۔ اور کون کون سی کتابیں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھی جائیں گی اور جلد فروخت ہو جائیں گی تاکہ ادارہ کے مالیات پر برا اثر نہ پڑے؟ ان سب امور کا فیصلہ تو "ادارہ معارف اسلام کا علمی بورڈ کرے گا۔ مگر چند ایک کتابیں جو زیر غور ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) **استقرار حق عزاداری**:- اس کتاب کا مسودہ محترم علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی کی کی دن رات کی کوششوں سے مرتب و تالیف ہو چکا ہے۔ جو اندازاً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہوگا۔ اس کو عزاداری امام حسین علیہ السلام کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بالکل درست ہے۔ سالہا سال سے عزائے امام مظلوم پر قسم قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اور رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ عزا میں مکمل ترین ہو۔ اور کسی چیز کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ لہٰذا اس کتاب میں کسی گوشہ کو نہیں چھوڑا گیا۔ تاریخ عزاداری کے علاوہ۔ مقدمات عزاداری کے قریباً تمام فیصلے۔ حکومتوں کے اعلانات۔ مسلمانوں کے بڑے فرقوں کی تاریخ۔ مذاہب کی تاریخ۔ عزاداری کے ایک ایک عمل کا جواز از قرآن۔ حدیث۔ افعال واقوال اہلبیتؑ۔ افعال واقوال امہات المومنین۔ افعال واقوال تابعین۔ افعال واقوال تابعین۔ افعال واقوال بزرگان دین۔ افعال و اقوال علمائے کرام وغیرہ وغیرہ اور مزید کئی زاویوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت پر اندازاً دس ہزار روپیہ صرف ہوگا۔ اگر قوم اور ممبران ادارہ توجہ فرمائیں تو سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ (۲) دوسری کتاب قابل طباعت جو ترجمہ کتاب "اہمیت و خوبی نماز و روزہ ہے"۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ اور بانی انجمن تبلیغات اسلامیہ تہران آقائے حشمت السلطان دولتشاہی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب موجود ہے اور اس کے ترجمہ و اشاعت کی اجازت مدیر انجمن تبلیغات سے آپکا ادارہ حاصل کر چکا ہے۔ آجکل جبکہ نماز روزہ کو غیر ضروری افعال سمجھنا شروع ہو گیا ہے۔ اور تفسیر بالرائے کر کے نماز جیسے اہم رکن دین کے معنی و مفہوم کچھ اور لئے جانے شروع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت نہایت ضروری ہے۔ اس میں نماز کے فوائد دینی و روحانی جسمانی و اخلاقی اور اجتماعی قرآن۔ حدیث اقوال معصومینؑ۔ اور علم سائنس وطب سے ثابت کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر جسم انسانی ہر عضو کی ساخت اور بناوٹ سے اور حیوانات نباتات وغیرہ وغیرہ سے توحید ثابت کی گئی۔

(۳) تیسری کتاب توحید مفضل کا ترجمہ ہے۔ یہ توحید کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کے دو یا تین دن کے لیکچرز ہیں جو کہ حضرت مصنف نے نوٹ فرمائے ہیں۔ ان میں اثباتِ توحید کے متعلق جملہ علوم کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ اور دنیا کا شاید ہی کوئی شعبہ ہو جس سے امامؑ نے توحید کو ثابت نہ فرمایا ہو۔ مثال کے طور پر جسمِ انسانی ہر عضو کی ساخت اور بناوٹ سے اور حیوانات۔ نباتات وغیرہ وغیرہ سے توحید ثابت کی گئی۔ ان تین کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی زیرِ غور ہیں جن کا فیصلہ علی ہمارے رسائل میں سے کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو ختم ہو چکے ہیں۔ اور ان کی DEMAND بھی ہے۔ لہٰذا ان کا دوسرا ایڈیشن چھاپنا بھی ضروری ہے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) نفسِ رسولؐ۔ (امیر المومنینؑ کی مختصر سوانح عمری)
(۲) تحفۂ زوجین (زن و شوہر کے تعلقات پر قرآن حدیث اور معصومینؑ کی ہدایات)
(۳) بنو امیّہ۔ (بنو امیّہ کی مستند مختصر تاریخ)

مجھے یقین ہے کہ ادارہ کی ان مفید تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے آپ کوئی ٹھوس تجاویز پاس کریں گے۔

آخر میں میں قبلہ علامہ مرزا احمد علی صاحب و علامہ سید امداد حسینؒ صاحب کاظمی اور مدیر مالیات شیخ شوکت علیؒ صاحب نسیم خاص طور پر شیخ شریف حسینؒ صاحب جعفری و سید اختر علیؒ شاہ صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے ادارہ کے معاملات میں پوری طرح سے حصّہ لیا۔ اور اپنی مساعی سے ادارہ کے کاموں کو جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ پوری طرح سے کامیاب بنانے کی کوشش کی:۔

غیاث الدین
مدیر ادارۂ معارفِ اسلام ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء
بروز جمعۃ المبارک

التماس دعا

میری والدہ درد پتہ کے اپریشن کے سلسلہ میں داخل ہسپتال ہے ناظرین ماہنامہ معارف اسلام ان کی صحت کاملہ و سلامتی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرماویں۔

سید محمد تنویر عباس نقوی
اڈا تانگہ جھنگ شہر

رپورٹ منجانب مدیر مالیات بابت سال اختتامی ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی ادارے کی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ اس کی مالی ساکھ سے ہی ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے بحمداللہ ہمارا ادارہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اگرچہ اس کے وسائل محدود اور آمدن قلیل ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ادارہ جو قومی و دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ وہ اظہرمن الشمس ہیں۔۔

ہماری آمدن کے صرف دو ذرائع ہیں۔ ایک ماہنامہ کا چندہ اور دوسرا اراکین و معاونین کی اعانت و معاونت۔ اگرچہ مقامی اراکین و معاونین اس کار خیر میں حصہ لے کر ہمارا ہاتھ بٹاتے ہیں لیکن اکثر ممبران بیرون لاہور قطعاً اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اور بار بار یاددہانیوں کے نہ تو وہ اپنا چندہ زکوٰۃ اور نہ ہی چندہ ماہنامہ ادا کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ادارے کی طرف سے روانہ کردہ وی پی بھی واپس کر کے ادارہ کی امداد کی بجائے اسے مزید زیر بار کرتے ہوئے ہمارے لئے مشکلات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

ان دشواریوں کے باوجود ہماری آمدن کا اکثر حصہ ماہنامہ اور دیگر لٹریچر مفت تقسیم میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور قوم میں یہ واحد ادارہ ہے۔ کہ جو اپنی مطبوعات پاکستان کی تمام لائبریریوں۔ کالجوں۔ سکولوں اور دیگر مذہبی۔ علمی اور ادبی حلقوں میں مفت تقسیم کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصد تجارت نہیں۔ بلکہ اشاعتِ دین اور تبلیغ تعلیمات اہلبیتؑ ہے۔

سال گذشتہ یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ ادارہ اپنی مطبوعات کے شعبہ میں ترقی کرتے ہوئے ضخیم کتب شائع کرے اور اسی کے مطابق اس سال فتنۂ تقصیر بالا ہے۔ مواعظ حسنہ اور اسلامی معاشرہ جیسی بلند پایہ کتب شائع کرنے پر زر کثیر صرف کیا۔ اگرچہ یہ بہت بڑی خدمت تھی۔ لیکن مالی طور پر اس خرچ سے ہمارے ادارہ کی مالی حالت بہت کمزور ہو گئی۔ اور یہ تجربہ کچھ زیادہ کامیاب نہیں رہا اور قوم کی بے حسی نے ہماری توقعات کو پورا نہیں کیا بلکہ ہمیں مایوسی ہی ہوئی ہے۔

ادارہ کے حساب آمد و خرچ۔ نفع و نقصان اور توازن بقایا سے ظاہر ہے۔ کہ اس سال ادارہ کو مجموعی طور پر ۹-۱۲-2091 روپے کا خسارہ ہوا۔ اگرچہ سال کے دوران میں ہمارا حلقہ کار بہت بڑھ گیا۔ اور اس میں کافی وسعت ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود خسارہ ہوا کیونکہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ہم نے سال بھر میں ۹-۱۲- 3189 روپے کا مفت لٹریچر تقسیم کیا۔ ۹-۱۴-1603 روپے سٹاف کی تنخواہوں اور کرایہ عمارتِ دفتر ادا کئے۔

اگرچہ عہدہ داران ادارہ کی دلی کوشش ہوتی ہے۔ کہ ادارہ کو کسی بھی خرچ کا زیر بار نہ ہونا

پڑے لیکن اہم اور ضروری اخراجات کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر ہم مفت تقسیم کو بند کردیں یا محدود کر دیں تو یہ خسارہ 5-15-1057 نفع میں بدل جاتا۔
لیکن ہمارا مقصد نفع اندوزی نہیں۔ بلکہ خدمت دین اور نشرواشاعت تعلیم محمدؐ وآل محمدؐ ہے لہذا ہمیں اس نقصان کو بخوشی برداشت کرتے ہوئے اپنی امداد اور تعاون کے دامن کو اور وسیع کرنا چاہیئے۔ تاکہ آپ کا یہ عزیز ادارہ اس سے بھی زیادہ خدمت کر سکے۔
ہمیں صرف ان نیک جذبات یا خیالات سے ہی مطمئن نہ ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ یہ سوچنا ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس ادارہ کی ترقی و توسیع اور خود کفیل بنانے کیلئے کیا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ادارہ اسی طرح ہر سال نقصان میں جاتا رہا۔ اور اس کا بقایا گھٹتا رہا تو مجھے خطرہ ہے۔ کہ ہم اس ادارہ میں مزید ایک دو سال چلا سکیں گے۔ اور اس کے بعد خدا نہ کرے۔ ہمیں یا تو ادارہ کو ختم کرنا ہو گا یا اس کے حلقہ کار کو تنگ کرتے ہوئے برائے نام زندہ رکھنا ہوگا۔ جو کہ کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ میں مایوسی کا اظہار نہیں کر رہا بلکہ ایک مرض کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ اور یہ میرا فرض ہے۔ کہ آپ کو بتاؤں کہ آپ کے ادارہ کی مالی حالت تسلی بخش نہیں۔ اور اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں اور دلچسپی لیں۔ تو ہمارا مستقبل پُر اُمید اور تابناک ہو جائے گا۔ انشاءاللہ۔
اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔
(۱) مغربی پاکستان کے ہر ضلع میں ادارہ کی شاخ قائم کی جائے اور وہاں کے مومنین اور مخلصین کے تعاون سے تنظیم قائم کرتے ہوئے ایک مقامی سیکرٹری مقرر کیا جائے جو ادارے کے مفاد کا محافظ ہو۔ اس طرح ہماری ممبر سازی کی مہم بھی کامیاب رہے گی۔ اور چندہ وغیرہ کی وصولی میں آسانی رہے گی۔ اگر اس مقصد کیلئے مدیر صاحب تمام صوبہ کا دورہ کریں۔ تو زیادہ بہتر ہے۔
مدیر صاحب مقامی سیکرٹریوں کے نام اور فوٹو کو اپنے رسالہ اور دیگر جرائد میں نشرواشاعت کریں۔
(۲) مفت تقسیم کو محدود کر دیا جائے اور صرف خاص الخاص اداروں اور منتخب افراد ہی مفت مطبوعات بھیجی جایا کریں۔
(۳) ہر رکن یہ عہد کرے کہ اس سال کم از کم دو نئے رکن بنائے اسی طرح ہمارے کئی مسائل حل کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔
(۴) سال میں ایک دن "یوم معارف اسلام" منایا جائے اس دن تمام شہروں میں پبلک مقامات پر پبلک جلسے کئے جائیں۔ اور صاحب ثروت و متمول حضرات سے خصوصی طور پر چندے اور عطیئے وصول کئے جائیں۔ انجمن حمایت اسلام کی مانند 8. 10. 25. 50. 100 کے ٹکٹ چھپوائے جائیں۔ جو فروخت کرنے سے ایک اچھی معقول رقم ہر سال جمع ہو سکتی ہے۔

(۵) ادارے کے مربی خاص و دوامی بنائے جائیں اور اُن سے ۔/500 روپے وصول کئے جائیں۔ اُن کے اعزاز کی اشاعت خاص طور پر اپنے رسالہ اور دیگر پیشہ جرائد میں کی جائے ، اور ان کی فوٹو بھی شائع کرنے کا اہتمام ہو تو بہت بہتر ہے۔

(۶) ماہنامہ کے حجم کو کم کیا کم دیا جائے ۔ اور کسی بھی حالت میں 32 صفحہ سے زیادہ شائع نہ کیا جائے رسالہ میں ضخیم کتب کے اجزا کی اشاعت فوراً بند کر دی جائے ۔ کیونکہ ادارہ ان کثیر اخراجات کا متحمل ہونے سے قاصر ہے ۔ رسالہ میں صرف ضروری شرعی مسائل اور عوامی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مضامین شائع کئے جائیں ۔ تاکہ رسالہ کی افادیت میں اضافہ اور اخراجات میں کمی ہو سکے۔

(۷) رسالہ کیلئے اشتہارات حاصل کرنے کی کوشش کو دوچند کیا جائے ۔ اور مشہور فرموں کے اشتہارات حاصل کرنے کے لئے خاص تگ و دو کی جائے۔

(۸) ضخیم کتب کی اشاعت و طباعت کا سلسلہ فوری طور پر بند کر دیا جائے ! اور ہر ماہ صرف ایک 16 صفحہ کا رسالہ اصول دین اور فروع دین ۔ آئمہ طاہرین کی پاک زندگی اور اُن کی تعلیمات کے مختلف موضوعات پر شائع ہوا کرے ۔ اس طرح جہاں ہم اپنے اراکین کے سامنے ایک نئی پیشکش پیش کیا کریں گے اور متواتر رابطہ قائم رہیگا ۔ وہاں ہمارے اخراجات میں بھی کافی کمی ہو جائے گی ! اس وقت ضرورت ہے ۔ کہ ہم عوام کو مسائل ضروریہ اور روزمرہ کی ضروریات دین سے روشناس کرائیں ۔ اور یقینی طور پر یہ بڑی خدمت ہو گی ۔

اس کے بعد مجھے ایک اہم قومی مسئلہ پر روشنی ڈالنی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ سال گذشتہ ایک پریس فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا ۔ لیکن سال بھر میں صرف ۔4-0-784 روپے کی حقیر رقم ہی جمع ہوئی ہے ۔ قوم نے جس بے حسی سے ہماری آواز پر لبیک کہی ہے ۔ وہ یقینی طور پر حوصلہ شکن اور افسوسناک ہے ۔ یہ افسوس کا مقام ہے ۔ کہ مغربی پاکستان میں ہمارا ایک بھی باا ثر روزنامہ نہیں ۔ جو ہمارے مسائل کو عوام اور حکومت کے سامنے پیش کر سکے ۔ کہ اس کی آواز موثر بھی ہو ۔

روزنامہ کی ضرورت جتنی آج ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی ۔

اور اگر ہمارے علماء و ذاکرین اس طرف توجہ دیں اور اس کی اہمیت عوام پر واضح کریں ۔ تو مجھے یقین ہے ۔ کہ انشاء اللہ بہت جلد ہماری خواب کی تعبیر سامنے آسکتی ہے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ ہمارے محترم مدیر جو اپنی انتھک کوششوں ، خلوص اور محنت کے لئے مشہور ہیں ۔ اس سلسلہ میں کوئی تعمیری قدم اٹھا کر تمام قوم کو شکریہ کا موقع دیں گے ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتے ہوئے اُمید کرتا ہوں کہ آپ میری معروضات پر غور کرتے ہوئے قابل عمل تجاویز کو منظور کرتے ہوئے سال موجودہ کیلئے ہماری رہنمائی فرمائیں گے ۔ کیونکہ یہ ادارہ آپ ہی

کا ہے۔ اور اس کی بھلائی اور بہتری کے ذرائع اختیار کرنا اور عہدہ داران کو ہدایت و پند آپ کا کام ہے۔

ہم آپکے تعاون کیلئے ہر وقت محتاج ہیں۔ پروردگار عالم ہمیں اتفاق اور محبت اہلبیتؑ عطا فرمائے کہ ہم اُن کے معصومین کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ نشرواشاعت کرتے ہوئے اپنے لئے توشہ آخرت تیار کرسکیں۔ آمین۔

شوکت علی تسنیم

مدیر مالیات ادارہ معارف اسلام (پاکستان) لاہور

۱۲ ۱/۵۹

ٹریڈنگ اکاؤنٹ سال اختتامی 31/3/58

فروخت کتب	3404-1-9 روپے	سٹاک سال شروع	5021-12-6 روپے
چندہ ممبران	2319-7-0	خرید کاغذ	1934-11-0
" ماہنامہ	1890-8-0	" کتب	2491-14-9
عطیات	194-11-3	کتابت طباعت و دفتری	2075-10-0
اشتہارات	443-0-0		11,524-0-3
پریس فنڈ	753-4-0	کل نفع	4,867-7-9
قیمت کتب تقسیم	3159-12-0		
	12164-11-0		
سٹاک سال آخر 31/3/58	4226-13-0		
	16,391-8-0 روپے		16,391-8-0 روپے

حساب نفع ونقصان

کل بچت	4867-7-9 روپے	ایڈورٹائیزمنٹ	340-8-0 روپے
خالص نقصان	1338-8-9	خرچہ ڈاک	528-12-6
		سفرخرچ	109-13-0
		سٹیشنری	43-10-0
		بل بجلی	46-0-0
		مفت تقسیم رسالہ وکتب	3159-12-0
		بنک کمیشن	1-12-0
		کرایہ	595-3-0
		مزدوری و اخراجات	78-6-6
		تنخواہ سٹاف	1008-11-0
		کمیشن فراہمی چندہ	280-15-6
		ڈاک کمیشن کتب	12-9-0
	6206-0-6 روپے		6206-0-6 روپے

توازن بقیہ بابت سال اختتامی 31/3

سٹاک اختتام سال	4226-13-0 روپے	سرمایہ سال شروع	8217-7-9 روپے
کوآپریٹو بنک میں موجود	2081-8-9	خالص نقصان	1338-8-9
حبیب بنک " "	753-4-0	سرمایہ سال آخر 3 5	6878-15-0
نقد موجود	120-14-0	رقوم واجب الادا	1630-9-6
سیکرٹری کی تحویل میں	200-0-0		
فرنیچر	243-5-0		
ٹکٹ ڈاک موجود	4-11-0	میزان	8509-8-6 روپے
رقوم واجب الوصول	868-9-3		
	8,499-1-0		
فرق حساب	10-7-6		
میزان	8509-8-6 روپے		

سالِ نو کیلئے انتخاب عہدیداران و تجاویز

اراکین ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان کا سالانہ اجتماع

علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ سرپرست چُن لئے گئے

صدر ادارہ علامہ سید امداد حسین کاظمی پھر چنے گئے

اراکین ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)، پاکستان کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۲ اکتوبر بروز اتوار (بوقت دس بجے صبح) بمقام حسینیہ ہال (موچی گیٹ لاہور) زیرِ صدارت علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ منعقد ہوا۔ ممبران کی حاضری توقع سے زیادہ تھی۔ اجتماعِ سالِ گذشتہ کی روئیداد کی توثیق کے بعد مدیرِ ادارہ نے اپنی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اسکے بعد مدیر مالیات نے اپنی سالانہ رپورٹ بابت مالیات پڑھ کر سنائی۔ یہ دونوں رپورٹیں اسی شمارہ میں دوسری جگہ پر من وعن درج ہیں۔

اس کے بعد عہدیداران ادارہ کے سالانہ چناؤ کا مرحلہ پیش ہوا (واضح رہے کہ ادارہ کا چناؤ اس کے دستور العمل کے صفحہ ۳ دفعہ ۹ کے مطابق رائے شماری کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ بلکہ قابلیت تعاون اور عمل صالح کی بنیادوں پر بالاتفاق رائے ہوتا ہے) سالانہ چناؤ سے پیشتر علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ کو بالاتفاق رائے ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان کا سرپرست چنا گیا جو کہ جناب حافظ صاحب مدظلہ نے بخندہ پیشانی منظور فرمایا۔ آئندہ سال کیلئے صدر علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی چنے گئے۔

نائب صدر:۔ پروفیسر سید فقیر حسین صاحب بخاری
مدیر:۔ (شیخ) غیاث الدین صاحب
نائب مدیر:۔ شیخ نصیر احمد صاحب عاصی
مدیر مالیات:۔ شیخ شوکت علی صاحب نسیم
مدیر نشر و اشاعت:۔ شیخ محمد صدیق صاحب مدیر "رضاکار" چنے گئے۔

ادارہ کا علمی بورڈ

مندرجہ ذیل علمائے کرام ادارہ کے علمی بورڈ کے ممبر چنے گئے۔

(۱) علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب قبلہ
(۲) علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ
(۳) علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی
(۴) پروفیسر سید فقیر حسین صاحب بخاری ایم اے
(۵) پروفیسر سید قمر الزمان صاحب ایم۔ اے
(۶) جناب مولوی سید مرتضےٰ حسین صاحب صدر الافاضل

(نوٹ: جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب اس علمی بورڈ کے کنوینر ہونگے۔ اور ادارہ کی مطبوعات (کتب و رسائل) علمی بورڈ کی منظوری کے بعد شائع ہونگی)

ادارہ کے لوکل سیکرٹریاں

دیگر مقامات کیلئے مندرجہ ذیل حضرات بالاتفاق رائے لوکل سیکرٹری چنے گئے۔

(۱) برائے حلقہ مشرقی پاکستان: سید محمد سبطین صاحب (ڈی-ایل-او-آفس بیچ گاؤں ڈھاکہ)

(۲) برائے حلقہ کویت: سید غلام حسنین حیدری مقام احمدی۔ کویت

(۳) برائے حلقہ کراچی: سید محمد مہدی صاحب رضوی

(۴) برائے حلقہ راولپنڈی: سید علی حسنین صاحب شیدا نقوی ایم اے سٹلائٹ ٹاؤن

(۵) برائے حلقہ بہاولپور: ماسٹر عبدالکریم صاحب جعفری محلہ پاٹ شالہ بہاء ننگر

(۶) برائے حلقہ ملتان: خلیفہ جعفر حسین صاحب محلہ جھک

(۷) برائے حلقہ سیالکوٹ: چوہدری سلامت علی صاحب بھٹی سانگلہ گنج۔

(۸) برائے حلقہ سرگودھا: چوہدری غلام حیدر صاحب

ممبران مجلس نظامت

علاوہ عہدیداران ادارہ کے مندرجہ ذیل حضرات ادارہ کی مجلس نظامت کے ممبر چنے گئے:۔

(۱) علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب لاہور

(۲) مولوی سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل مغلپورہ

(۳) ڈاکٹر مرزا حسن عسکری صاحب ایم بی بی ایس لاہور

(۴) خواجہ نذیر حسین صاحب پیپر مرچنٹ لاہور

(۵) حکیم محمد حسن صاحب جعفری ایم-اے- ایل ایل بی گوجرانوالہ

(۶) سید ہادی حسین صاحب ترمذی ماڈل ٹاؤن

(۷) شیخ شریف حسین صاحب جعفری-لاہور

(۸) ڈاکٹر حاذق تقی صاحب مدظلہ-سرگودھا-

(۹) سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب-لاہور

(۱۰) حکیم و ڈاکٹر شاہدین صاحب لاہور

آڈیٹر حسابات ادارہ- ادارہ کے حسابات کیلئے آئندہ سے شیخ شریف حسین صاحب جعفری کو اعزازی آڈیٹر مقرر کیا گیا ہے۔

تجاویز

مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق رائے طے ہوئیں:

(۱) تمام اضلاع میں ادارہ معارف اسلام کی برانچیں کھولی جائیں- اس کے لئے شیخ شریف حسین صاحب جعفری اور مدیر ادارہ منصوبہ تیار کریں۔

(۲) رقوم واجب الوصول کیلئے سرگرمیاں تیز کر دی جائیں اگر وصول نہ ہو سکیں تو دو دو آدمیوں کے وفد کی صورت میں جا کر تقاضا کیا جائے۔

(۳) مجلس نظامت کے اجلاس سال میں کم از کم چار مرتبہ ضرور ہوں اور ہر جلسہ میں حالات ادارہ کی رپورٹ پیش کی جائے۔

(۴) ماہنامہ و مطبوعات ادارہ کی حسب سابق مفت تقسیم جاری رہے۔

(۵) بعض حضرات کو بہت ہی خفیف یعنی برائے نام قیمت پر لٹریچر دیا جائے- اس کا طریقہ مجلس نظامت طے کرے۔

(۶) سال میں ایک دن "یوم معارف اسلام" منایا جائے- اس کے متعلق تین ماہ کے بعد رپورٹ پیش کرنے پر غور کیا جائے اور مناسب فیصلہ کیا جائے۔

(۷) ادارہ کے دوامی سرپرست بنائے جائیں جو کم از کم پانچصد روپیہ یکمشت ادا کریں ان کی تصویر تعارف کیلئے ماہنامہ میں شائع کی جائے

(بقیہ صفحہ ۵۱ پر)

مسافرت حضرت امام حسین علیہ السلام بعراق (قسط ۲)

(مدینہ سے کربلا تک)

(از قلم آقائی الحاج سید الف شاہ صاحب پالکھنادی)

(سلسلہ کیلئے دیکھئے "معارف اسلام" ماہ محرم ۱۳۷۸ھ ص ۳۲)

قیس کے کوفہ جانے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے الحاجر سے کوچ کیا اور آگے بڑھے۔ راستے میں کئی جگہ پانی آئے۔ ایک پانی کے قریب سے گزرے جہاں عبداللہ بن مطیع ٹھیرا ہوا تھا۔ عبداللہ کی نظر آنحضرت علیہ السلام پر پڑی تو تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت کو گھوڑے سے پیادہ کیا اور عرض کی "اے پیغمبر زادے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ یہاں کہاں؟" حضرت نے فرمایا۔ کہ معاویہ کے مرنے کے بعد جو اوضاع رونما ہوئے ہیں البتہ تم ان سے مطلع ہو گے۔ جب اہل کوفہ و عراق نے موجودہ وضعیت دیکھی تو انہوں نے مجھے خطوط بھیجے اور مجھے عراق آنے کی دعوت دی" عبداللہ بن مطیع جو دیارہ امصار مدنیت سے کوسوں دور ایک بیابان میں ٹھیرا ہوا تھا سیاست بنی امیہ سے پوری طرح آگاہ تھا۔ سیاست بنی امیہ اس وقت عبارت تھی از دنیائے مطلق برضد دین مطلق۔ اس نے مناسب سمجھا کہ امام حسینؑ کے حضور میں اپنے باطنی احساسات کا اظہار کردے۔ لہذا پہلے تو اس نے امام علیہ السلام کو کوفہ جانے سے روکا۔ ثانیاً اس نے امام حسینؑ کی عظمت مقام اور شرافت و نجابت خاندان نبوت کو صریح الفاظ میں بیان کیا۔ ثالثاً اس نے بنی امیہ کی رسوائے عام دنیوی سیاست کو جو انسانیت، شرافت اور عدالت کے اصول کے سراسر منافی تھی چند غیر مبہم الفاظ میں بے نقاب کرتے ہوئے آنحضرت علیہ السلام سے التماس اور درخواست کی کہ ہرگز کوفے نہ جائیں۔ حضرت نے قبول نہ کیا اور اپنے ارادے میں استوار رہے۔

ایک مامور من اللہ حقیقت مشیت ایزدی کو خوب سمجھتا ہے۔ وہ اپنی ماموریت کے انجام دینے میں رک نہیں سکتا۔ امام حسین علیہ السلام اپنی اور خاندان نبوت کی سرنوشت سے آگاہ تھے اور مدینہ چھوڑنے سے پہلے ہی اپنے بھائی محمد حنفیہؓ سے کہہ چکے تھے کہ "شاء اللہ ان یراھن سبایا" مشیت الٰہی یہی ہے کہ خدا تعالٰی ان عورتوں اور بچوں کو قیدیوں کی حالت میں اسیر دیکھے۔

ظاہراً آنحضرت علیہ السلام کوفیوں کی دعوت پر عراق آرہے تھے اور کوفیوں کے مہمان تھے۔ امام زمان از حیث پیشوائے دین شرعاً مکلف ہے کہ دینی امور میں مخلوق خدا کی دادرسی کرے اور ان کو صراط مستقیم دکھائے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ امام زماں کس کو کہتے ہیں اور اس کے خصائص

کیا ہیں؟ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے انشاء اللہ مختصراً معارف اسلام کی کسی آئندہ اشاعت میں اس پر روشنی ڈالونگا۔ امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ سفر عراق شہادت عظمےٰ کا پیش خیمہ ہے اور (وفدیناہ بذبح عظیم) کی تفسیر کا وقت آپہنچا ہے۔ اسی مناسبت سے حضرتؑ نے مندرجہ بالا الفاظ فرمائے تھے۔ مدعا یہ ہے کہ بچیں زنان و کودکان اسی وقت دشمن کے ہاتھوں اسیر ہونگے جب ان کا کوئی سرپرست مرد باقی نہ رہیگا۔ یعنی سب کے سب شہید ہو چکے ہونگے۔ اور شہدائے کربلا میں خود امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ فاضل جلیل آقائے محمد علی خلیلی نے اپنی کتاب **زندگانی حسینؑ ابن علیؑ** (دوسری جلد۔ از نشریات شرکت تضامنی علمی۔ تہران۔ ایران) میں شہدائے کربلا کی تفصیل دیتے ہوئے بنی ہاشم کی تعداد بیس (۲۰) اور یاران و انصار امام حسینؑ کی تعداد مع ۸۰ ای یک سو چار (۱۰۴) لکھی ہے جو حد اکثر ہے۔ میں یہ تفصیل یہاں لکھ دیتا۔ مگر یہ میرے مقالے کے موضوع سے خارج ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن مطیع سے ملنے کے بعد اپنا سفر جاری رکھا۔ راستے میں کچھ عرب ملے۔ آنحضرتؑ نے جب اُن سے وہاں کی وضعیت پوچھی تو انہوں نے عرض کی "واللہ ہمیں کسی جگہ کے متعلق کوئی خبر نہیں ہم فقط اتنا جانتے ہیں کہ ہم پر راستے بند کردئے گئے ہیں اور ہم کو ورود و خروج سے روکا گیا ہے"

(۴۴) زرود۔ <u>شرف یابی زہیر بن القین نیک انجام در حضور امام حسین علیہ السلام</u>۔ سفر کرتے کرتے امام حسین علیہ السلام زرود کی آبادی کے قریب پہنچ گئے اور وہیں قیام کیا۔ آنحضرتؑ نے دیکھا کہ ایک بڑا خیمہ نصب ہے اور نوکر چاکر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ زہیر بن القین بجلی سے متعلق ہے۔ امام علیہ السلام نے اُسے بلا بھیجا۔ یہ خدا تعالےٰ کی شان ہے کہ جب بخت بیدار ہوتا ہے تو اسباب سعادت خود بخود بن جاتے ہیں لیکن جب قسمت میں نار جہنم لکھی ہو تو ابوجہل محمد مصطفےٰ کے حضور میں بھی ابوجہل ہی رہتا ہے۔ زہیر ابن القین اسی سال حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا تھا اور زیارت حرم سے مشرف ہو کر واپس آرہا تھا۔ راستے میں اُس نے سنا کہ امام حسینؑ بھی عازم عراق اور اس کے ہمسفر ہیں۔ زہیر اور اس کے خدمتگار حضرت عثمان بن عفان کے طرفدار تھے اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے ساتھ کوئی لگاؤ نہ رکھتے تھے۔ دوران سفر امام حسینؑ سے دور دور رہتے آخر چلتے چلتے یہ زرود پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ بعد میں امام حسین علیہ السلام بھی آ پہنچے اور آنحضرت نے بھی یہیں قیام فرمایا۔ جب امام علیہ السلام نے زہیر کو ملاقات کے لئے بلایا تو وہ آنے میں جھجکا اور مائل نہ تھا کہ حضرتؑ کی خدمت میں آئے۔ اس کی عورت کو برا معلوم ہوا وہ بولی "سبحان اللہ۔ فرزند رسول خدا تمہیں بلا رہے ہیں اور تم حاضر خدمت ہونے سے پہلو تہی و خودداری

کر رہے ہو۔ اگر وہاں جا کر حضرت کی فرمائش سنو اور واپس آ جاؤ تو اس میں تمہارا کیا بگڑ جائیگا۔" زہیر سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ نہایت جبر و اکراہ نہایت بے دلی سے اٹھا اور امام حسینؑ کے حضور میں شرفیاب ہوا باتوں باتوں میں اس کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک بزرگانہ نصیحت یاد آ گئی جس نے اس کی طبیعت میں انقلاب پیدا کر دیا۔

بلنجر کی فتح کے بعد (بلنجر خزر کے شہروں میں سے ایک شہر ہے) جب مسلمان فاتحین بیشمار مال غنیمت میں سے اپنا اپنا حصہ لیکر اظہار مسرت و خورسندی کر رہے تھے تو سلمان فارسیؓ نے جو اس جنگ میں موجود تھے فرمایا تھا "اگر جنگ شباب آل محمد را درک کردید در جنگ کردن در راہ او خورسند تر از حال باشید کہ بدین غنائم اظہار مسرت می کنید۔" اگر شباب آل محمد یعنی حسین علیہ السلام اشارہ بحدیث نبوی الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ) کی جنگ (یزید کے ساتھ) کو تم نے پالیا یعنی تمہارے جیتے جی چھڑی تو اس کی راہ میں (شباب آل محمد امام حسینؑ کی راہ میں) شریک جنگ ہو کر تم اس وقت کہیں اس سے زیادہ خورسند و مسرور ہو گے بہ نسبت اس وقت کے کہ دنیوی مال غنیمت حاصل کرکے خوشوقتی و خورسندی کا اظہار کر رہے ہو (کیونکہ آخرت کا ثواب دنیا کی جزا سے بہتر ہے) سلمان فارسیؓ کے یہ کلمات یاد آتے ہی زہیر کی سابقہ بے دلی و بے رخی از اہل بیت فوراً محبت اہل بیت میں بدل گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ کسب مثوبات اخروی جزائے دنیوی سے بمراتب بیشتر و بہتر ہے وہ خوشی خوشی اٹھا اپنے خیمے میں گیا اور نوکروں کو حکم دیا کہ میرا خیمہ اور تمام مال و اسباب امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے نزدیک لے جاؤ۔ اس کے بعد اپنی عورت سے مخاطب ہوا اور کہا "میں نے تمکو طلاق دیا۔ تم بسلامت اپنے باپ کے گھر چلی جاؤ۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم کو میری طرف سے سوائے خیر و خوبی کے کوئی اور چیز ملے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ ان کے ملتزم رکاب رہوں اور ان کی نصرت و یاری میں اپنی جان قربان کر دوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔" اس کے بعد زہیر نے اپنی عورت کے تمام شرعی حقوق جو اس کے ذمے تھے ادا کر دئے اور اپنے ایک چچیرے بھائی کو تاکید کی کہ عورت کو اس کے باپ کے گھر اور قبیلے میں پہنچا دے۔ عورت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنی جگہ سے اٹھی اور روتے ہوئے اپنے شوہر سے خدا حافظی کی اور کہا "خدا تمہیں خیر دے امید ہے مجھے نہیں بھولوگے۔ میری یہ خواہش ہے کہ روز قیامت امام حسین علیہ السلام کے جد امجد کے حضور میں میرا بھی خیال رکھنا۔" اس کے بعد زہیر اپنے یاروں اور ہمراہیوں سے مخاطب ہوا اور کہا "تم میں سے جو شخص میرے ساتھ آنا چاہے آ سکے اور جو نہیں آنا چاہتا وہ جس طرف جانا چاہے

یہی زہیر جو ان دونوں اثنائے سفر میں امام حسینؑ سے دور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ کربلا میں روز عاشور شہادت کے بعد آسمان امامت حقہ کے زیر سایہ بدر کامل کی مانند درخشاں ہوا۔

چلا جائے لیکن جدا ہونے سے پہلے میں تم کو ایک حکایت سناتا ہوں"۔ زہیر نے سلمان فارسیؓ کی حکایت سنائی جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ پھر کہا اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یاروں سے خدا حافظی کر کے زہیر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تادم شہادت ملتزم رکاب امامؑ رہا۔

(۵) خزیمیہ۔ امام حسین علیہ السلام زرود سے کوچ کر کے خزیمیہ کی آبادی میں پہنچے اور ایک دن رات وہیں متوقف رہے کوئی تازہ واقعہ پیش نہ آیا۔

(۶) ثعلبیہ۔ امام حسینؑ جب مکہ معظمہ سے حج کئے بغیر عازم عراق ہو گئے تو اہالی مکہ اور وہاں کی محافل خاص و عام سیاسی میں ایک ہل چل مچ گئی۔ امام حسینؑ کوئی معمولی شخصیت کے آدمی نہ تھے کہ یہ خبر چھپی رہتی۔ ابن کثیر از روایت ابومخنف لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلیمان و خدری بن فشعل (از بنی اسد) نے یہ خبر سنی تو ان کے اپنے قول کے مطابق دونوں حج سے فارغ ہو کر مکے سے چل پڑے تاکہ امام حسینؑ سے مل کر دریافت کریں کہ آنحضرت علیہ السلام اب کیا قدم اٹھانے والے ہیں۔ آخر بڑی کوشش اور تگ و دو کے بعد وہ ثعلبیہ میں پہنچ گئے۔ ادھر امام حسین علیہ السلام بھی عصر کے وقت ثعلبیہ کی آبادی کے نزدیک آ گئے اور ان دونوں نے حضرتؑ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ زرود کے قریب انہوں نے ایک عربی (اہل کوفہ) کو دیکھا تھا جو قبیلہ اسد سے تھا اور اس سے اوضاع کوفہ کے متعلق جویا ہوئے تھے۔ اس عربی نے جواب میں کہا تھا "میں ابھی کوفے سے باہر نہیں نکلا تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو بازار میں گھسیٹتے لئے جا رہے تھے"۔ عبداللہ بن سلیمان و خدری بن فشعل کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ خبر امام حسین علیہ السلام کو سنائی تو حضرت نے کئی بار فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس کے بعد ہم نے عرض کی کہ "آپ کو خدا کی قسم اپنی جان کو اور اپنے اہل بیت کو ہلاکت میں نہ ڈالیں اور یہیں سے واپس ہو جائیں کیونکہ کوفے میں آپ کا کوئی مددگار اور پیرو نہیں ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ یہی اہل کوفہ آپ کے برخلاف قیام کریں گے"۔

امام حسینؑ نے بنی عقیل کی طرف دیکھ کر فرمایا "جیسا کہ تم نے سنا ہے مسلمؑ کو شہید کر دیا گیا ہے اب تمہارا کیا خیال ہے؟" بنو عقیل نے جواب دیا "بخدا ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ ہم دشمن سے انتقام نہ لے لیں یا یہ کہ ہم بھی مثل مسلم شہید کر دیئے جائیں"۔ پس امام علیہ السلام نے رات وہیں ثعلبیہ میں گزاری۔ دوسرے دن ایک شخص اہل کوفہ جس کی کنیت ابوہرہ ازدی تھی حاضر خدمت امام علیہ السلام ہوا اور عرض کی "اے پسر پیغمبر! آخر کیا باعث ہوا کہ آپ حرم خدا اور حرم جد بزرگوار محمد صلی اللہ علیہ و آلہ سے نکل کر اس طرف تشریف لے آئے"۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "اے ابوہرہ۔ بنی امیہ نے میرا تمام مال کہ میری تمام دولت تھی لوٹ لیا میں نے صبر کیا۔ انہوں نے میرے باپ اور میرے بھائی کو دشنام دی

شروع کیں میں نے صبر کیا۔ لیکن جب وہ میری جان لینے کا قصد اور میرا خون بہانے کا تہیہ کرنے لگے۔ تو میں حرمین سے باہر نکل آیا۔ بخدا یہ ستمگر اور متعدی لوگ مجھے مار ڈالیں گے لیکن خدا ان کو بھی ذلیل اور شمشیر کو اُن پر مسلط کریگا اور کسی ایسے آدمی کو ان پر مقرر کریگا جو ان کو خوار و رسوا کرے تا اینکہ قوم سباء سے بھی ذلیل تر ہو جائیں جن پر ایک عورت حکمران تھی"۔ پس امام علیہ السلام نے کوچ کا حکم دیا اور غلاموں سے فرمایا کہ پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار اپنے ساتھ رکھیں (اب ثابت ہو گیا کہ امام علیم اور شہید علے الناس ہوتا ہے۔ اس منزل سے پہلے کیوں ارشاد نہیں ہوا کہ زیادہ سے زیادہ پانی اونٹوں پر بار کیا جائے۔ اس میں کیا راز ہے؟) آخر سفر کرتے کرتے زبالہ کی آبادی کے قریب پہنچ گئے۔

(۷) زبالہ۔ طبری لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے دوران سفر کسی ایک منزل سے عبداللہ بن یقطر کو جو حضرت کے برادر رضاعی تھے (بعض کا خیال ہے کہ برادر رضاعی نہ تھے۔ مادر عبداللہ بن یقطر حسینؑ کی پرستار تھیں حسین علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کے سوا کسی غیر عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیا) کوفے بھیجا تھا کہ وہ مسلم بن عقیل کو حضرت کے سفر عراق کی خبر پہنچا دے۔ عبداللہ سرحدات کی ناکہ بندی اور مواظبت طرق سے بے اطلاع تھے۔ لہٰذا وہ بیدوں واہمہ سفر کرتے رہے تا آنکہ منطقہ محصور میں پہنچتے ہی گرفتار کر لئے گئے اور ان کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابن زیاد بن سمیہ نے حکم دیا کہ عبداللہ قصر دارالامارہ پر جا کر حسین علیہ السلام کو گالیاں دے۔ عبداللہ بن یقطر نے بھی قیس کی طرح پشت بام پر جا کر اہلے کوفہ کو امام حسینؑ کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور ابن زیاد اور اس کے باپ کو ناسزا کہا چنانچہ عبداللہ کو بھی قیس کی طرح پشت بام قصر سے گرا دیا گیا۔ امام حسینؑ ابھی زبالہ میں ہی تھے کہ آنحضرت کو عبداللہ یقطر کی شہادت کی خبر پہنچی۔ حضرت بہت متاثر ہوئے۔ اب کا روان اہل بیت پر اہل کوفہ کی خیانت اور ان کی غداری کا ملام آشکار ہو گئی۔ اگرچہ پہلے بھی کوفیوں کی بدقولی اور بے ثباتی زبان زد عام ہو چکی تھی۔ لیکن ماموریت پر جا رہے تھے بجز تسلیم و رضا کوئی چارہ نہ تھا۔

جب تک امام حسینؑ مکے میں مقیم رہے حجازیوں اور اہل بصرہ کی خاصی جمعیت حضرت کے گرد جمع ہو گئی تھی۔ اور اس جمعیت میں سے بہت آدمی سفر عراق میں حضرت کے ساتھ ہو لئے تھے۔ راستے میں بھی بعض طالبان دنیا اس جمعیت میں شامل ہوتے گئے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ امام حسینؑ کوفہ میں پہنچتے ہی مسند نشین خلافت ہو جائینگے دشمن بھاگ گیا ہوگا اور جیتا مال غنیمت ہاتھ لگیگا۔ بس پھر کیا۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ جنگ و ستیزہ کا کسی کو وہم تک نہ تھا ان میں سے کوئی نہ جانتا تھا کہ حسین ذبح عظیم کا دعقبہ پورا کرنے جا رہے ہیں۔ امام علم امامت کی رو سے سب کچھ جانتے تھے کہ منصبے افراد کوفہ میں پہنچ کر ہمارے پروگرام میں مخل ہوں گے لہٰذا آپ نے اس وقت

ایک مختصر تقریر بھی فرمائی جو تمام کو سنا دی گئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ۔۔۔

مجھے بڑی ہولناک اور بڑی جبر ملی ہے اور وہ یہ کہ مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ و عبداللہ بن یقطر قتل کر دیئے گئے ہیں اور اہل کوفہ و عراق نے ہمارے ساتھ خیانت کی ہے اور ہم سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص جانا چاہے چلا جائے اس پر کوئی خوف نہیں ہے اور ہم اس کی گردن پر کوئی عہد و پیمان نہیں رکھتے (یعنی وہ مشغول الذمہ نہیں ہے) یار لوگوں نے جب سنا کہ یہاں تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ آئے تھے مال غنیمت سمیٹنے اور یہاں جان ہی خطرے میں نظر آ رہی ہے تلاذیا کر رفو چکر ہوئے اور صرف وہی ارواح سعیدہ، وہی نیک انجام اور نجیب الفطرت ہستیاں باقی رہ گئیں جو حقیقی معنوں میں پروانہ ہائے شمع امامت تھیں اور جو طلعت زیبائے حسین علیہ السلام پر جلنے مرنے کے لئے بے تاب اور موت کے انتظار میں گھڑیاں گن رہی تھیں علیہم السلام۔

بعض روایات کے مطابق امام حسینؑ ابھی زبالہ میں ہی تھے کہ کوفے سے دو قاصد آئے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور میں شرف یاب ہوئے اور انہوں نے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر امام علیہ السلام کو سنائی۔ مسلم نے شہادت سے پہلے وصیت کی تھی کہ اس کے قتل کی خبر امام حسینؑ کو پہنچا دی جائے اور اس کی (مسلم) طرف سے کہا جائے کہ امام علیہ السلام کوفے نہ آئیں۔

امام حسینؑ اپنے ارادے پر استوار رہے اور فرمایا "جو کچھ ہمارے مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا" اور اپنے سفر کو جاری رکھا۔ معروف ہے کہ فرزدق شاعر بھی فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپسی پر امام حسینؑ کی خدمت میں باریاب ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد کہا، اے فرزند پیغمبرؐ آپ کس طرح کوفیوں پر اعتماد کر رہے ہیں، وہ تو وہی ہیں کہ انہوں نے مسلم بن عقیل اور ان کے یاروں کو قتل کر دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا "خدا رحمت کرے مسلم کو پہنچے وہ جوار حق میں واصل ہو گئے اور جو وظیفہ اس کے سپرد تھا وہ انجام دے دیا۔ لیکن ہمارا وظیفہ ابھی باقی ہے اور ہم نے اس کو انجام دینا ہے۔ (اب شہادت کی طرف صریحاً اشارہ ہو رہا ہے)۔

(۸) بطن عقبہ - کاروان اہل بیت نے زبالہ سے کوچ کیا اور سفر کرتے کرتے بطن عقبہ کے قریب پہنچ گئے۔ اس آبادی میں اعراب نے بتلایا کہ ابن زیاد کے سواروں نے راستے بند کر رکھے ہیں اور وہ کسی کو آنے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ تاریخ طبری و ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ اسی جگہ بنی عکرمہ کے ایک معمر شخص نے امام حسینؑ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت کہاں کا ارادہ ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا عازم کوفہ ہوں۔ اس پیرمرد نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اسی جگہ سے واپس چلے جائیں۔ کیونکہ آپ اپنے مقابل میں سوائے برچھی نیزہ و شمشیر کے کوئی اور چیز نہ دیکھیں گے۔ جو

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اجتماعی زندگی اور حسین علیہ السلام

اسلامی معاشرہ المیہ کربلا کی روشنی میں

آخری قسط

(از سید تصیر حسین نقوی - فاضل شرقیات - حسن ابدال اٹک)

(سابقہ سلسلہ کیلئے دیکھو معارف اسلام محرم نمبر)

اسلامی اجتماعی زندگی میں انتشار کا آغاز

اسلام سے پہلے عرب میں قبائلی نظامِ حیات کارفرما تھا۔ جبکہ "تاریخ تو یہ بتاتی ہے۔ کہ عرب کی بدویانہ حیثیت کی پستی کا یہ عالم ہمیشہ رہا۔ کہ ان میں اجتماعی زندگی کے شعور تک کا فقدان تھا۔ ان کی تنگ نظروں نے قبیلہ سے بڑھ کر وطنی جمعیت تک کا بھی تصور نہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کسی قسم کے اجتماعی نظام کا سراغ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ان کے تمدن و معاشرت میں معاشری زندگی کی اجتماعی اقدار کا کوئی نشان پایا جاتا ہے۔ ہمیشہ اہل عرب طوائف الملوکی کا شکار رہے اور قبائل میں اقتدار کی جنگ شعلہ ریز رہ کر معاشرتی سکون کے خرمن امن کو جلاتی رہی۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ جہاں اجتماع، سوسائٹی، جمعیت اور معاشرے کے تصور کا ہی سرے سے فقدان ہو۔ وہاں نظام زندگی کا آئین و ضوابط سے آشنا ہونا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ ایسی لاابالی زندگی میں اخلاقی قدریں سرے سے مفقود ہوتی ہیں۔ ایسے افراد اور قبائل ایک وحشیانہ زندگی کے خوگر ہوتے ہیں۔ قتل و غارت، لوٹ مار، مار دھاڑ یہ ان کے محبوب مشغل ہوتے ہیں۔ گناہ، ثواب، نیکی، بدی، اچھائی برائی۔ ان میں سے کسی ایک چیز کا شعور تک ہی نہیں ہوتا ہے۔ عرب کا یہی عالم تھا ـــ اور عرب کی اجتماعی زندگی کی یہی ابتر حالت تھی ـــ کہ اتنے میں مکہ کے افق سے آفتاب رسالت کا طلوع ہوتا ہے۔ جس کی نور بخش اور ضیا پاش کرنوں سے عرب کا چپہ چپہ روشن ہو جاتا ہے۔ ان انتشار پریشان متفرق و سرگرداں جاہل عربوں کو اجتماعی زندگی کا شعور دیا جاتا ہے۔ "اخوت اسلامی" سے اس اتفاق کو انسانی برادری کی طرح ڈالی جاتی ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ عالم وجود میں آتا ہے جس کی اجتماعی و معاشری زندگی نے آگے چل کر انسانیت کے لئے نمونہ کامل بننا تھا ـــ! وحشی انسان اخوت کی زنجیروں کو پہنتے ہیں، مروت کے رشتوں میں منسلک ہوتے ہیں۔ الفت کے روابط کو مضبوط کرتے ہیں اور وہ تمام کوششیں جو کفار قریش نے اس نظام حیات کو ناکام بنانے کی کی تھی، ایک ایک کر کے ناکام ہو جاتی ہیں ـــ تو افتراق و نفاق کے یہ پرستار، کفر و بطلان کے یہ علمبردار، حالات سے مجبور ہو کر اسلام کے سامنے سپر انداختہ ہو جاتے ہیں اور اضطراری حالات میں اطاعت اختیار کر لیتے ہیں۔ بظاہر اسلام کو قبول نہ کرنے میں ان کو اب سراسر گھاٹا نظر آتا ہے۔ اس لئے اظہار اسلام

کے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا — ! اُموی سرداروں کو جب اس طرح اپنے ناپاک ارادوں میں بُری طرح ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ اور ان کی پُرغرور گردنوں کو، اسلام کی تلوار یعنی اسداللہ علیؑ کی ذوالفقار نے یا تو توڑ کر رکھ دیا، یا جھکنے پر مجبور کر دیا — تو گردنیں تو بے شک جھک گئیں لیکن دل اسی طرح کج رہے۔ اور اسلام سے عناد و دشمنی کو دلوں کی گہرائیوں میں چھپا دیا گیا — اور اندر ہی اندر انتقام کے جذبات ابلتے رہے، کینہ و عداوت کی دیگیں جوش کھاتی رہیں — بد سگالی اور بداندیشی کے فروزاں شعلے بھڑکتے رہے — لیکن چارۂ کار کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھی — اب موقع کی تاک کی آرزو پر زندگیاں گزر رہی تھیں — اتنے میں معاشرہ اسلامیہ کو یہ روزِ بد دیکھنا پڑتا ہے کہ سرکار رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعوتِ حق کو لبیک فرما کر عقبیٰ کی ابدی راحتوں پر فائز ہوتے ہیں، حالات پلٹا کھاتے رہتے ہیں پھر کچھ سیاسی طالع آزما، بزرگ معاشرے کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے میدان میں اُتر آتے ہیں — ان کا میدان میں اترنا تھا۔ کہ وہ تمام عناصر جو اسلام سے عناد و عداوت کی آگ چھپائے ہوئے تھے — ان کی بن آتی ہے۔ اسلامی صفوں میں انتشار سے ان کو خوشی حاصل ہونا فطری تھا، اور کھی کے چراغ جلانے میں وہ حق بجانب تھے۔ ایسے تمام عناصر کا مفاد اسی میں تھا، کہ اسلامی معاشرہ کی زمامِ قیادت جہاں تک ممکن ہو ان ہاتھوں میں نہ جانے دی جائے۔ جو اس کے اہل و سزاوار ہیں۔ تاکہ ہم تخریب اسلام میں من مانیاں کرنے میں آزاد رہیں۔ چنانچہ مختلف عناصر اپنے مفاد کے پیش نظر ایک ہو گئے، اور کے اتحاد سے ان کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ یہ اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ وہ دین جو انسانی وحدت کا نصب العین لیکر اٹھا تھا — اس کی صفوں میں یہ انتشار — !! ہم اسلامی تاریخ کے اس نازک باب کا بیان ذکر کرنا مناسب خیال نہیں کرتے — بہرصورت بنی امیہ کے بوڑھے اور جہاندیدہ سردار نے اپنی سیاسی فہم و فراست کی ——— ایک گراں قدر قیمت پالی — شام کی حکومت — اس کے بیٹوں کی جاگیر قرار دے دی گئی۔ بظاہر ایک صوبہ پر قناعت کا اظہار — یہ مقصد لئے ہوئے ہے کہ ——— اُس کی سیاسی پیش بینی دیکھ رہی تھی، کہ یہ شام نہیں — تمام سلطنت اسلامیہ ہے — چنانچہ اس کی پیش بینی، تھوڑی مدت نہ گزرنے پائی کہ ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آگئی — اور دنیا نے دیکھ لیا کہ امیر شام نے کن کن حیلے بہانوں سے خلافت کا تاج و تخت حاصل کیا۔ اور آج وہ تمام ممالکِ اسلامی کا تاجدار ہے — ! امیر المومنین — خلیفۃ الرسول — کون ابوسفیان کا فرزند دلبند ——— !! انقلابات ہیں زمانے کے — !!!

بیٹے کو بھی اسلام سے اتنا ہی لگاؤ تھا، جتنا اس کے باپ کو ——— یہ دونوں باپ بیٹے آخر دم تک اسلام کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آخر میں مجبور ہو کر اسلام کی اطاعت کرلی۔

زمانہ گزرتا گیا ——— جونہی اقتدار حکومت کی باگ ڈور انکے ہاتھوں میں آئی دلی مقصد بر لانے کا وقت آگیا — جمعیت اسلامی کے شیرازہ کو تار تار کر کے رکھ دیا۔ حضرت امیر المومنین نے ان کی شخصیت کی کتنے جامع اور مختصر الفاظ میں تصویر کھینچ کے رکھ دی ہے فرماتے ہیں ما اسلموا ولکن استسلموا و أسروا الکفر، فلما وجدوا اعوانا علیه اظھروہ (یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے۔ بلکہ اطاعت کر لی تھی، اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا اب جبکہ یار و مددگار مل گئے، تو اسے ظاہر کر دیا) نہج البلاغہ جلد سوم مکتوب ۱۶)

جنہیں تاریخ اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور انہیں قدرت نے یہ صلاحیت بھی دی ہے کہ واقعات اور ان کے اسباب و علل کی کڑیوں کو باہم جوڑ کر نتائج اخذ کر سکتے ہیں انکے سامنے بنو امیہ کے مقاصد کا کوئی پہلو ڈھکا چھپا مخفی و پوشیدہ نہیں انکی خلاف اسلام سرگرمیوں نے نہ صرف اس وقت اسلامی جمعیت کو جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک کر آتش بداماں کر دیا۔ بلکہ اسلامی معاشرے کے تار و پود کو ایسا پارہ پارہ کیا کہ آج تک اسلامی اجتماعی زندگی کے نظام کا خواب، خواب پریشاں ہو کر رہ گیا ہے اور اس کا شرمندۂ تعبیر ہونا نظر نہیں آتا۔ اموی اقتدار کے لئے امیر شام نے وہ وہ کام کئے۔ جن کے تذکرہ سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اصحاب رسول اور صلحائے امت کا خون کوئی معمولی بات نہیں اور یہ تاریخی حقائق مٹانے سے نہیں مٹ سکتے۔ بنی امیہ کی ملوکیت کا ایسا سنگ بنیاد رکھا۔ کہ صدیوں ملوکیت کی لعنت مسلمانوں کے سروں پر مسلط رہی۔ اور انسانی حریت کو فنا کی گھاٹ اتار کر رکھ دیا گیا ——!

—— بنو معاویہ کی برسر اقتدار آنے کی داستان "تاریخ اسلامی" کے کسی ادنیٰ طالب علم سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ بادشاہت کی چاہت میں جن گمرہیوں اور پستیوں پر انہیں اترنا پڑا۔ وہ ایک روشن حقیقت ہیں۔ ان کی سیاسی سوجھ بوجھ غلط سیاست یعنی ڈپلومیسی کے گرد گھومتی رہی۔ اور مطلب برآری کا بڑا نصب العین رہا۔ انہیں یہ پرواہ نہیں تھی کہ اس کام میں اجتماعی و اسلامی مفاد کو کتنا دھچکا لگتا ہے امیر شام نے جب اپنے تاج و تخت کو اس نے محفوظ کر لیا۔ تو اسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ جس سلطنت کو آخرت کا خیال کئے بغیر حاصل کیا ہے۔ یہ میرے افراد خاندان، اولاد و خاندان کی جاگیر رہے۔ چنانچہ اس فکر نے اس سے دن کا چین اور رات کا سکون چھین لیا تھا ہر وقت وہ اسی ایک فکر میں غلطاں و پیچاں رہتا۔ خواب و خور، راحت و آرام، اطمینان و طمانیت اس پر حرام ہو چکے تھے۔ وہ سوچتا تو صرف یہی سوچتا کہ وہ اپنے بعد یزید کو مسند حکومت پر کیونکر اور کیسے بٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ یزید کی لاابالی زندگی نے اسے انتہا بے پرواہ کر دیا تھا۔ کہ

کہ وہ مصلحت کوشی کے پردوں میں اپنے آپ کو چھپانے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا تھا، کہ ظاہرد… رکھاؤ کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ بداس کے اُسکا والد اسلام ہی کے نام کے ماتحت

——————————————— وہ سب کچھ کرتے ر…

حق میں تھا ——————— یزید اپنی افتاد طبیعت میں اس… بے معنی تکلف سمجھتا تھا۔ معاویہ نے اپنے اس لاڈلے فرزند کو ہر چند اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش… لیکن بیٹے کو اس بات میں اپنا ہم خیال نہ بنا سکا کہ تمام امور پس پردہ انجام دئے جائیں اور اپنے کردار کو پردوں کے پیچھے چھپا دیا جائے۔ تاہم معاویہ اپنی لگن میں مگن رہا۔ اور… سیاست کے داؤ پیچ لڑاتا رہا۔ اس نے حوصلہ کر کے یزید کی تخت نشینی کے خیال کو لوگوں کے… پیش کر ہی دیا۔ اور بڑی ہوشیاری سے عمومی ردّ عمل کو مطالعہ کرتا رہا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے بخوبی اندازہ کر لیا کہ اس مہم کو سرانجام دینے کی خاطر کن عناصر سے مدد لی جا سکتی ہے کہاں کہاں سے مخالفت ہو گی۔ اور اس کے لئے راہِ عمل کیا ہونا چاہئے۔ چنانچہ حالات کا جا… لے کر اس نے عملی طور پر اپنی مہم کا آغاز کر ہی دیا۔ مغیرہ ابن شعبہ کو اپنے ذاتی و سیاسی مفاد… لئے معاویہ کی خوشنودی و رضا جوئی مطلوب تھی۔ اور معاویہ کی دلی پریشانیوں کے راز سے و… واقف تو تھا ہی، اس نے جس ڈرامائی انداز میں معاویہ و یزید سے الگ الگ ملاقاتیں کر کے… کو عملی اقدام پر آمادہ کیا، اور قیمتی خدمات کی پیش کش کی، وہ سب جانتے ہیں، اور اس نے کن… طریقوں سے لوگوں کو ہموار کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ یہ تاریخ میں آج تک محفوظ ہے۔ زیاد اور… اور اس قسم کے افراد سے معاویہ کی ملاقاتیں —— پھر معاویہ کا اس مقصد کے لئے دورے کر… مکہ و مدینہ میں ورود یہ سب طویل داستانیں ہیں —— اور جو افراد یزید کی تخت نشینی کے سیا… پس منظر سے واقف ہونا چاہتے ہیں، ان کے لئے تاریخ کے اوراق کھلے پڑے ہیں۔ بہرنہج معا… نے اپنی مخصوص صلاحیتوں سیاسی حکمت عملی کی تمام ترکیبوں کو کام میں لا کر، زرپاشیوں، سیا… رشوتوں اور ہر نوعیت سے غیر پسندیدہ حربوں سے مقصود کو پالینے کی سرتوڑ کوششیں شروع کر د… مخالف قوتوں کو یا تو کسی نہ کسی طریقہ سے ہموار کر لیا گیا، یا ان کو راستہ سے ہٹانے کی خاطر خفیہ ریشہ دوانیوں سے کام لیا گیا۔ کسی کو زہر سے موت کی نیند سلا دیا، تو کسی کو تلوار کی باڑھ… نے جھکنے پر یا مر مٹنے پر مجبور کر دیا۔ معاویہ کو اپنی اس مہم میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اور یز… بالآخر خلافت کی مسندِ اقتدار پر بیٹھ ہی گیا۔

یزید کا کردار (تاریخ کے آئینہ میں)

یزید بن معاویہ ابن ابو سفیان کا بیٹا اور ابو سفیان ابن اُمیہ کا پوتا تھا۔ الولید بن…

تدائے اسلام کے غزوات کا نقشہ ہمارے سامنے ہے یزید نے آخر کیسا ہونا تھا۔ توارث
فات ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ پھر سیرت و کردار میں ماحول اور تعلیم کے اثرات بھی مسلّمہ ہیں۔ یزید
احول کیسا نصیب ہوا۔ شاہی ناز و نعمت میں اس کی جوانی پروان چڑھی، درباری ماحول جس
کسرویت، قیصریت کے تمام ساز و سامان جمع کر دئے تھے، پھر شام کا دینی ماحول، بنی امیہ
ے دشمنان خدا و رسول کی رات دن کی صحبتیں، اوباش قسم کے نوجوانوں سے اٹھنا بیٹھنا۔
تعلیم کے لئے جس استاد پر معاویہ کی نظر انتخاب پڑتی ہے، وہ بھی عیسائی جس قسم کی تعلیم اس نے
ی تھی، دی۔ ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ خاندان بنو امیہ کا چشم و چراغ،
س پر خارجی اثرات کا یہ عالم، سونے پر سہاگہ واقع ہوئے۔ اور یزید، ایسا رنگین مزاج شہزادہ
حل کر نکلا، جس کے سامنے شاہد لالہ رخ، دبے رنگین، رقص و سرود، عیش و عشرت اور لہو و لعب
سوا زندگی کا کوئی دوسرا مفہوم تھا ہی نہیں۔ اجتماعی زندگی کے انسانی تقاضوں کو سمجھنے کا خواب
اس کے اجداد کو بھی نہ آیا تھا، اس کے سامنے اسلامی معاشرے کا تصور ایک بے معنی بات
ی، انسانی اخوت اس کے پر غرور دماغ میں کب اور کیونکر سما سکتی تھی، اسلام کے ساتھ عناد
دشمنی وہ اپنی گھٹی میں لے کر پیدا ہوا تھا، حق و صداقت، نیکی و تقویٰ، صلاح و فلاح سے اسے
ری بیر تھا، جب اس نے مسند حکومت پر قدم رکھا، تاج و تخت کو اپنے تصرف میں دیکھا، اپنی حدود
لطنت کی وسعت پر ایک نظر کی، اپنے اشارے پر لاکھوں تلواروں کو نیام سے باہر آتے دیکھا، اور
بھی دیکھا کہ حکومت کے بھرپور خزانے اس کے دست تصرف میں ہیں۔ غرور و تکبر نے اس کو بہکا
یا، اور اقتدار کے نشہ نے اسے بدمست کر دیا۔ اور اس نے اسلام سے اپنی دشمنی کا اظہار کھلے بندوں
شروع کر دیا۔ مے رنگین کے دور چلنے لگے، شاہدان بازاری کے جسم تھرکنے لگے، رقص و سرود کی
محفلیں گرم ہوئیں، موسیقی کی مجالس میں نغمات سے دل بہلانے کی خاطر نغمہ و سرود کو گرم بازاری
ئی یہ ہمارا کہنا نہیں۔ بلکہ تاریخ اسلام کے اوراق یزید کے فسق و فجور کے واقعات سے بھرے ہیں۔
بہت سے علمائے اسلام اس کے کفر و نفاق کے معترف ہیں۔ اگر تمام تاریخوں کے مندرجات کو جمع
ہوئے اور علمائے اسلام کے تاثرات کا ذکر کیا جائے، تو اس کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت
ہم ایک دو واقعات کا اجمالی تذکرہ پر اکتفا کر کے اپنے مقصود کی جانب بڑھنا چاہتے ہیں۔ یہی
ید کی شخصیت کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ جو تفصیل کے طالب ہیں وہ خود تاریخ کا
لعہ غور کر کے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یزید کس کردار کا مالک تھا۔ اگر یزید کا یہ کردار اس کی ذات
تک محدود رہتا۔ اور اس سے اجتماعی زندگی متاثر نہ ہوتی۔ تو شاید اتنا قابل گرفت نہ ہوتا لیکن جب
فت پر اس کا بیٹھنا اور اسلام کی تخریب و تکذیب کی کوششوں سے اس کی بدکرداری کے اثرات

کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اجتماعی زندگی اس سے متاثر نہ ہو۔ یا معاشرہ پر اس کے اثرات بد اثر انداز نہ ہوں، اجتماعی زندگی جس کو اسلام نے اتنے جان جوکھوں سے نوع انسانی میں رواج دیا تھا۔ اس کی بنیادیں یزید کے ہاتھوں منہدم کی جا رہی تھیں اور تمدن اسلامی کو بیخ و بن سے اکھاڑا جا رہا تھا۔ انسانی آزادیوں کا سر کچل کے رکھ دیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ یزید کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ جو تاریخ اسلامی کا ایک ناپسندیدہ کردار ہے۔ جس کی تصویر کشی تاریخوں نے ان الفاظ میں کی ہے ——

یزید کا حج بیت اللہ: یزید اپنے باپ کے زمانہ میں حج کے لئے (کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر) آیا تو حرم کعبہ میں ہی شراب کا دور چلا (گویا دور جاہلیت کے عکاظ کا تصور تھا) یہ حالات مدینۃ الرسول میں بھی پیش آئے۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عین اس وقت تشریف لے آئے۔ جب جام شراب گردش میں تھا اور مے آشامی کی محفل گرم تھی، ابن عباس نے ملاقات کی اجازت چاہی، یزید کو یاروں نے کہا کہ اگر ابن عباس اس حالت میں اندر آئے۔ تو وہ شراب کی بو سے بھانپ جائیں گے۔ اس لئے ان کا آنا مناسب نہیں ہے کچھ وقت ٹال دئے گئے۔ جب باریابی کی اجازت ملی۔ اندر آئے تو انہیں بو آئی۔ دریافت کرنے لگے یہ عجیب سی بو ہے بھئی یہ کیا چیز ہے؟ یزید نے کہا کہ ایک مفرح شربت ہے جو شام میں بنتا ہے۔ ایک پیالہ اسی وقت منگوایا۔ اسے پی لیا۔ پھر دوسرا طلب کیا۔ اور آگے بڑھا کر کہا کہ پیو —— کہا میں نہیں پی سکتا۔ مجھے معاف رکھا جائے۔ یزید نے گنگناتے ہوئے کچھ اشعار پڑھے۔ "میں نے تمہیں دعوت دی تم نے رد کر دی۔ میں نے تمہیں عیش و طرب کی طرف بلایا۔ تم نے اسے قبول نہ کیا۔" (تاریخ کامل جلد ۴)

واقدی کی شہادت! واقدی نے متعدد طریق سے یہ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ نے بیان کیا ہے کہ بخدا ہم نے ایسی حالت میں یزید پر خروج کیا۔ جب ہمیں خوف ہو گیا تھا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ پڑنے لگیں، غضب ہے کہ یزید اپنی امہات الاولاد (سوتیلی ماؤں) اپنی بیٹیوں تک کی حرمت کا خیال نہ کرے اور شراب پئے، نماز چھوڑ دے —— یزید نے ان سب کا ارتکاب کیا۔ ذہبی کہتے ہیں "کہ جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ اس بری طرح پیش آیا اس پر طرہ یہ کہ شراب تو پیتا ہی تھا، اور بھی ہزاروں منکرات کا ارتکاب کرنے لگا۔ تو عام طور پر لوگوں میں سخت برہمی پھیلی اور بہتیروں نے اس پر خروج کیا"۔

اور شہادتیں —— ! "یزید اول درجہ کا بدکردار تھا۔ برابر شراب پیتا تھا۔ اس کے باپ معاویہ نے اس کی خوشامد کی کہ بیٹا خوب شراب پیو۔ مگر سب کے سامنے نہ پیا کرو"۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳)

معاویہ کے مرنے پر اس کا بیٹا یزید بادشاہ ہوا جو دن رات کھیل کود، سیر و شکار، شراب و کباب، زنا و عیاشی میں ڈوبا رہتا تھا۔ (تاریخ فخری ص۸۳)

علامہ مسعودی نے لکھا ہے "یزید عیاشی و فسق و فجور، کتوں بندروں کی بازی اور دوسری شیطانی حرکات میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس کے زمانے میں مکہ و مدینہ میں بھی ناچ گانے کا رواج ہو گیا تھا، کھلم کھلا شراب پینے لگے تھے، یزید کو علماء و پیشوایانِ دین سے اتنی نفرت تھی کہ اس کے پاس ایک بندر تھا۔ جس کو علماء و محدثین کا لباس پہنا کر گدھے پر پھراتا تھا (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ ص۱۴۲) نیز مسعودی نے یہ بھی لکھا ہے "کہ جب یزید اور اس کے مصاحبوں کا ظلم و ستم عام ہو گیا۔ اس کا فسق و فجور شائع ہو گیا۔ اس کی فرعون پرستی اچھی طرح کھل گئی۔ بلکہ فرعون تو یزید سے کہیں بہتر اور انصاف ور تھا، تو مدینہ والوں نے اس کے حاکم کو نکال دیا (مروج الذہب جلد ۲)

علامہ ابو الفدا نے لکھا ہے "یزید اول نمبر کا شراب خوار تھا۔ بلکہ شراب خواری میں ڈوبا رہتا تھا۔ طبلہ و سارنگی و آلات عیاشی میں پڑا رہتا تھا۔ (تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص۱۸۶) اس دور کے "حکیم الامت" علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا خیال ملاحظہ ہو:-

موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید ‎ ‎ ‎ ‎ این دو قوت از حیات آمد پدید

یزید اپنے اشعار کے آئینہ میں —— ! یزید کا دربار لگا ہوا ہے۔ حضرت امام حسین ذبیح نینوا — علیہ السلام کا کٹا ہوا سر ایک طشت میں رکھا ہے۔ یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی ہے فرزند رسول کے دندان مبارک سے بے ادبی کرتا ہے۔ نشۂ اقتدار، غرور پندار۔ اس پر مے لعل گوں کا خمار، اپنی مسرتوں کا اظہار کرتا ہے۔ جذبات و احساسات کا پیمانہ چھلک پڑتا ہے اور قلبی کیفیات اشعار کی صورت میں باہر ٹپک پڑتے ہیں —— ! گویا یزید اپنے اصلی روپ میں باہر آ جاتا ہے۔ سنئے یزید کے دلی تاثرات! اور اس کی اسلام دشمنی کا اندازہ کیجئے —— !!

لیت اشیاخی ببدر شہدوا ‎ ‎ ‎ ‎ جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا و استھلوا فرحا ‎ ‎ ‎ ‎ ثم قالوا یا یزید لا تشل
قد قتلنا القرن من ساداتھم ‎ ‎ ‎ ‎ وعدلنا قتل بدر فاعتدل
لست من عتبۃ ان لم انتقم ‎ ‎ ‎ ‎ من بنی احمد ما کان فعل
لعبت ھاشم بالملک فلا ‎ ‎ ‎ ‎ ملک جاء ولا وحی نزل

"کاش۔ آج وہ میرے بزرگ (کفار) جو جنگ بدر میں مارے گئے" موجود ہوتے تو خوش ہو کر سب کے سب مجھ کو داد دیتے۔ کہ میں نے رسول کے خاندان سے کیسا اچھا بدلہ لیا۔ میں نے ان کے چھنے ہوئے بزرگوں کو قتل کیا، جنگ بدر کا بدلہ لیا۔ اور بدلہ و انتقام خوب ہی پورا ہو گیا۔ اگر میں

رسول خدا کی اولاد سے اس قدر انتقام نہ لیتا، تو عقبہ کے خاندان میں شمار ہونے کے قابل ہی نہ رہتا درحقیقت بنو ہاشم نے ملک گیری کے ڈھکوسلے نکالے تھے، ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے پاس کبھی کوئی فرشتہ نہ آیا۔ اور نہ کبھی کوئی وحی نازل ہوتی"۔ (کتاب وسیلۃ النجاۃ مطبوعہ لکھنؤ ص۹۹ مفتاح النجاۃ الاتحاف مطبوعہ مصر ص۱ تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۱ ص۲۱۵)

اب یزید کے کردار کے "تاریک پہلو" آپ کے سامنے ہیں۔ اس کی زندگی کا کوئی روشن پہلو ہے ہی نہیں۔ اس لئے تاریخیں خاموش ہیں مسند خلافت پر ایسے کفر پیشہ، عیاش اور بے دین کا قابض ہو جانا۔ اسلامی معاشرے کی زندگی کے لئے کتنا خطرناک تھا۔ اجتماعی زندگی کی رگ حیات کو کاٹ کر اس نے رکھ دیا تھا آزادی افکار و کردار کو نیست و نابود کر دیا تھا حریت فکر کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔ اخوت اسلامی کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا گیا تھا۔ وہی طبقات کی برتری و عظمت کا غیر اسلامی نظام از سر نو رائج ہو چکا تھا۔ یزید نے ارادہ کیا اور مصمم ارادہ کیا کہ وہ اپنی مادی طاقتوں کے سہارے اور فرعونی وطاغوتی طاقتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی نظام زندگی کو صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کر دے۔ اور عرب کے جاہلانہ تمدن کو نئے سرے سے زندہ کر دے، اگر اس کا بس چلتا۔ تو اس نے اپنی مذموم کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، کعبہ کو منہدم کیا، حرم نبوی مدینۃ الرسول کو تاخت و تاراج کیا مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ ہزاروں صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین، اخیار و ابرار اہل مدینہ کو قتل و غارت کیا۔ ظلم و ستم کی حد ہو گئی پاکدامن صحابہ زادیوں کی عفت و حرمت کا خیال نہ کیا گیا اس درندگی، شقاوت اور ظلم و ستم کی انتہا یہ ہے کہ اس نے اہلبیتؑ نبوت کو بڑی بے دردی، بے رحمی اور شقاوت سے قتل کرایا۔ اس کی انتقامی آتش غضب نے اس پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ نبی زادیوں کو ترک و دیلم کے قیدیوں کی مانند بے مقنعہ و چادر۔ قریوں، قصبوں، شہروں، بازاروں اور درباروں میں تشہیر کیا۔ نبی کی نواسیاں فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیٹیاں رسن بستہ ننگے سر بے مقنعہ و چادر یوں تشہیر ہوئیں۔ اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کی پامالی کا تصور ہی نہیں۔ ان مظالم کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ اور سوز دروں سے بے ساختہ چیخ آہ ۔ سے

شامیاں بستند بازو زینبؑ و کلثومؑ را

استقامت علی الحق — (حسینؑ کا ثبات و استقلال)

جب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ اجتماعی زندگی کا تار و پود۔ تار تار کر دیا گیا۔ اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ معاشرت اسلامی کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے لئے یزید ایسے سفاک دمشقی کے ہاتھ بڑھنے لگے۔ تو اسلامی دنیا کا یہ عالم تھا ۔ کہ

چاروں طرف سے خاموشی، ذاتی مفاد، شخصی اغراض نے اپنی خیر منانے ہی میں بہتری دیکھی۔ حمیتِ دینی کی بے حسی کا جنازہ ہی اٹھ چکا تھا۔ یزید۔ کی بے باکی بڑھتی جارہی تھی، اسلامی تعلیمات کی ٹمٹماتی شمع، چراغِ رہگذر رہتی۔ یزیدیت کے جھکڑ، اموی فساد باطل کے تیز جھونکے اسے بجھا ہی دیتے، لیکن رسول خدا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا نواسا۔ حسینؑ ابن علیؑ۔ آگے بڑھتے ہیں۔ یزیدیت کے طوفان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ اپنی بے پناہ شجاعت، عدیم النظیر استقامت اور فقیدالمثال استقلال سے، کفر و باطل کے ناپاک عزائم کو ایسی شکست فاش دیتے ہیں۔ کہ قیامت تک باطل کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ !

۔ حسینؑ۔ ! رسولؐ عربی۔ فداک ابی وامی کا فرزند، بتولؑ عذرا سیدہ فاطمہ زہراؑ کا دلبند۔ شیر اسلام علیؑ ابن ابیطالب کا بیٹا۔ بنی ہاشم کے شہرہ آفاق خاندان کا چشم و چراغ۔ اسلامی تعلیمات کا فطری عالم۔ حسینؑ کی شخصیت اگر تمام دنیا میں بلند نہ ہو تو کس کی ہوگی۔ جسے تربیت کے لئے آغوش رسولؐ، پرورش کے لئے دامانِ بتولؑ، تعلیم و تعلم کے لئے علیؑ ایسا عالم علم لدنی، باب مدینۃ العلم رسولؐ۔ باپ کا سایہ۔ مدینہ طیبہ کا دینی ماحول، جہاں علم و عمل ہی کے ہر وقت چرچے ہوں۔ ایسے پاک و پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھ کر حسینؑ کی شخصیت کی تعمیر ہوئی تھی اور ایسے ہی مقدس و طاہر سانچوں میں ان کی سیرت و کردار ڈھل کر نکلی تھی۔ حقیقت ہے۔ کہ حسینؑ کی ذات میں وہ تمام خوبیاں جمع تھیں، جو رسولؐ خدا، علیؑ مرتضی اور سیدہ فاطمہؑ زہرا میں۔ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسینؑ کی زندگی کا ہر ورق ایسے سدا بہار پھولوں کا گلدستہ ہے جس میں نیکی و صلاح کی رنگینیاں و رعنائیاں ہیں، تو تقوی و تقدس کی خوشبو بسی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کا یہ پیارا فرزند، بچپن میں اگر یتیم، مسکین اور اسیر کو روٹیاں دے کر فقر و فاقہ میں صائم و روزہ دار نظر آتا ہے۔ تو شباب و شیب میں بھی مساکین و غربا سے محبت میں فرق نہیں آتا۔ فقرائے مدینہ کا ماوا و ملجا یتیموں و بے نواؤں کا تکیہ و سہارا یہی حسینؑ ابن علیؑ ہے۔ بچپن میں روزہ رکھنے والے زندگی کی ہر منزل میں صائم الدہر نظر آتے ہیں، شعائر اسلامی کے عشق کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں سواریوں کے ہوتے ہوئے پاپیادہ حج کئے جاتے ہیں۔ عبادت کا یہ عالم ہے کہ راتیں ذکر خدا سے بسی ہوئی ہیں۔ جب دنیا خواب راحت کے مزے لوٹ رہی ہوتی ہے۔ ساری کائنات خاموش بس آسمان پر تارے ہی جھلملا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن نبی کا پیارا لال۔ مناجات میں۔ !! مضطرب و بے چین۔ اللہ تعالی۔ کے دربار میں پورا پورا انکسار۔ سفینۃ، معتبر کتب احادیث کی روایت عَنِ الصَّادِقِ (علیہ السلام) اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ الْحُسَیْنَ وَالْحَسَنَ بن مالک سائران فاتیا قبر خدیجۃ فبکی الحسینؑ۔ حضرت صادق علیہ السلام

سے منقول ہے کہ ایک روز فرزند رسول، امام حسینؑ اور انس بن مالک کہیں جا رہے تھے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ مادر گرامی جناب سیدہؑ کی قبر مقدس پر پہنچے۔ تو حسینؑ رو پڑے۔ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ عَنِّیْ ۔ انس بن مالک سے کہا فرمایا۔ ذرا میرے پاس سے الگ ہو جاؤ۔ انسؓ آپ سے جدا ہوا، قریب ہی چھپ کر بیٹھ رہا کہ دیکھوں حضرت کیا کرتے ہیں۔ فَلَمَّا طَالَ وَقُوْفُهٗ فِی الصَّلٰوۃِ سَمِعْتُهٗ قَائِلًا۔ انس کہتے ہیں کہ میں دیر تک دیکھتا رہا کہ حضرت نماز میں مشغول ہیں ۔۔۔ طویل وقفہ کے بعد درگاہِ قاضی الحاجات میں زبان مناجات کو کھولا ۔ اور عرض کرتے لگے ۔۔۔!

حسینؑ کی مناجات!

یَا رَبِّ یَا رَبِّ اَنْتَ مَوْلَاهُ فَارْحَمْ عُبَیْدًا اِلَیْكَ مَلْجَاهُ

(اے میرے پروردگار۔ اے میرے پالنے والے ۔! تو ہی میرا آقا و مولا ہے۔ میں تیرا عبد، غلام اور حقیر بندہ ہوں۔ تیری ہی بارگاہ عظمت و جلال میں پناہ لایا ہوں۔ تو ہی میرا ماوا و ملجا ہے۔ رحم کر۔ رحم ۔!! اے ارحم الراحمین)۔

یَا ذَا الْمَعَالِیْ عَلَیْكَ مُعْتَمِدِیْ طُوْبٰی لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاهُ

(اے شرف و عظمت، جبروت و قدرت کے مالک آقا ۔! تو ہی محل اعتماد ہے۔ تکیہ و بھروسہ کے لائق ہے۔ خوشحال اس بانصیب بندے کا جس کا تو آقا و مولا ہو۔ کتنا اچھا نصیب ہے اس غلام کا، جس کا تو آقا ہو)۔

طُوْبٰی لِمَنْ كَانَ خَادِمًا اَرِقًا یَشْكُوْا اِلٰی ذِی الْجَلَالِ بَلْوَاهُ

(خوشحال ۔! تیرے اس مطیع و فرمانبردار بندے کا جو تمام رات تیرے خوف میں بیدار رہے اس کی آنکھیں تیری آرزو میں نیند کے خمار سے بوجھل نہ ہوں، اپنی بلا و مصیبت کی زبان شکوہ، سوائے تیرے کسی کے سامنے نہ کھولے)۔

وَمَا بِهٖ عِلَّةٌ وَّلَا سَقَمٌ اَكْثَرُ مِنْ حُبِّهٖ لِمَوْلَاهُ

(کوئی بیماری و آزار، کوئی رنج و محن اور کوئی مرض و سقم تیرے بندے کو، تیری محبت و الفت کے سوا نہیں ہے۔ اگر وہ بندہ بیمار ہے تو محض تیری محبت کا اسے روگ ہے۔ اور اگر کرب و بے چینی میں تڑپ رہا ہے۔ تو تیرے عشق نے بے تاب کر رکھا ہے)۔

اِذَا اشْتَكٰی بَثَّهٗ وَغُصَّتَهٗ اَجَابَهُ اللهُ ثُمَّ لَبَّاهُ

(تو ایسا آقا و مولا ہے ۔! کہ جب بندہ تیرے حضور میں اپنے رنج و الم کی شکایت لاتا ہے تو تو ازراہ بندہ نوازی اسے جواب دیتا ہے، اے میرے بندے، میں تیری حاجت روائی کو حاضر ہوں

اِذَا ابْتَلَا بِالظَّلَامِ مُبْتَهِلاً اَکْرَمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَدْنَاهُ

(خداوندا۔ تو ایسا بندہ نواز ہے کہ جس وقت تیرا بندہ، تیرہ و تاریک راتوں کے پردوں میں، دست تضرع تیری بارگاہ قدس میں دراز کرتا ہے تو تُو اپنے لطف و کرم سے اسے عزت و بزرگی عطا کرتا ہے اور اپنے قرب میں اسے جگہ دیتا ہے)۔

— کیا حسین علیہ السلام کی یہ پراثر دعا فضا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئی —؟ یا اجابت کے پردوں سے ٹکرائی —؟ انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مناجات میں ہی ہمہ تن مصروف تھے کہ غائب سے یہ ندا آئی — کہنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ لیکن جواب میں گوینده کے یہ اشعار تھے

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ وَاَنْتَ فِیْ کَنَفِیْ وَکُلَّمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاهُ

(حاضر ہوں اے میرے بندے —! تو میری پناہ میں ہے اور جو مناجات تو نے میری بارگاہ میں کی ہے۔ میں نے سنی اور مطلع ہوا)۔

صَوْتُکَ تَشْتَاقُهُ مَلَائِکَتِیْ فَحَسْبُکَ الصَّوْتُ قَدْ سَمِعْنَاهُ

(اے میرے بندے تیری آواز کے میرے ملائکہ بھی مشتاق ہیں۔ تیری وہ آواز کافی ہے جو ہم نے اور ملائکہ نے بھی سنی)

دُعَاکَ عِنْدِیْ یَجُوْلُ فِیْ حُجُبٍ فَحَسْبُکَ السِّتْرُ قَدْ سَفَرْنَاهُ

(اے حسینؑ —! تیری دعا ہمارے حجاب اُنسِ قدرت سے ٹکرائی ہم تیری حاجت روائی کے لئے بس ہیں۔ ہم نے حجاب تیرے روبرو سے اٹھا لئے)

لَوْ هَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ جَوَانِبِهٖ خَرَّ صَرِیْعًا لِمَا تَغَشَّاهُ

(تیرے خشوع و خضوع اور حضورِ قلب کا یہ عالم ہے کہ ہوا کا بھی تیرے اطراف سے گزر ہو، تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے)

سَلْنِیْ بِلَا رَغْبَةٍ وَّلَا رَهَبٍ وَلَا حِسَابٍ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ

(اے میرے محبوب حسینؑ —! مانگ جو تیرا جی چاہتا ہے۔ میں تجھے بے حساب عطا کرونگا)

— یہ ہے حسینؑ کی شخصیت و کردار کی ایک ہلکی سے جھلک، تاکہ آپ کو حسینؑ و یزید کے سمجھنے میں آسانی ہو، اور ان دو مختلف کرداروں کا موازنہ کر سکیں —

حسینؑ کو ذات خداوندی پر کامل ایمان تھا۔ اور حقیقت میں حسینؑ ہی نفس مطمئنہ تھے اور اس آیہ مجیدہ کے مصداق — قالو ربنا اللّٰہ ثم استقاموا، لا خوف علیھم و لا یحزنون۔ جنہوں نے یہ کہا۔ کہ بس اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس پر استقامت و پائیداری بھی دکھائی۔ ان کے لئے نہ خوف ہے نہ حزن —!

آپ نے میدانِ کربلا میں حسینی استقامت کو ملاحظہ فرمائیے۔ ایک جانب بہتّر نفوس، اللہ والے ہیں اور ان کے مقابلہ میں یزید کی پوری کی پوری عسکری طاقت ہے۔ یزید چاہتا ہے کہ اپنی طاغوتی طاقتوں سے حسینؑ ایسے مصلحِ عالم کو جھکا دے اور ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر آمادہ کرکے ـــ اسلام کو اسلام کے ہادی کے ہاتھوں فنا و برباد کردے۔ لیکن اس نے "حسینؑ" کی شخصیت کا اندازہ لگانے میں ٹھوکر کھائی ـــ وہ نہیں جانتا تھا کہ حسینؑ اس رسولؐ کا نواسہ ہے جس کے عزم کے سامنے عرب کو جھکنا پڑا ـــ دنیا بھر کے مصائب نے حضورؐ کو دعوتِ حق سے باز نہ رکھا۔ تو حسینؑ ـــ پر ان آلام و مصائب کا کیا اثر ہو سکتا ہے ـــ حسینؑ ـــ نے تین دن کی بھوک و پیاس کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ یار و انصار، اصحاب و اعوان کے قتل گوارا کیے، اقربا کو اپنے ہاتھوں موت کی جانب رخصت کیا۔ عباسؑ ایسے وفا شعار بھائی ـــ قاسمؑ ایسے گل عذار بھتیجے، علی اکبرؑ ایسے لختِ جگر کو ـــ اسلام کی راہ میں فدیہ دے دیا ـــ یہاں تک کہ شش ماہہ حیا ید علی اصغرؑ بھی اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ـــ نازک گلو پر تیرِ ستم کھا کر ـــ موت کی آغوش میں ابدی نیند سو گیا۔ اب حسینؑ یکہ و تنہا تھے ـــ میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دے کر لوگوں کے دلوں میں "علیؑ" کی یاد تازہ کر دی ـــ ! ہزاروں تیر، نیزے، بھالے، تلواریں ایک حسینؑ پر ـــ آہ سبطِ پیغمبرؐ زخموں سے چور ہو کر، ضعف و ناتوانی سے نڈھال ہو کر ـــ فرشِ زمین پر تشریف لاتے ہیں ـــ ! ریگِ بیابان کے ایک گرم ٹیلے کے دامن میں ـــ کچھ دیر آرام فرما ہیں ـــ آوازِ استغاثہ بلند فرماتے ہیں ـــ ھل من ناصرٍ ینصرنا ہے کوئی میری مدد کرنے والا ـــ ! آہ ـــ اتنے میں ظلم و ستم کی حد ہو جاتی ہے گلوئے حسینؑ پر خنجر ـــ آہ ـــ ! آہ ـــ !! نیزے پر سر بلند ـــ

قد قتل الحسین بکربلا ، قد ذبح الحسین بکربلا

حسینؑ کا استغاثہ رہتی دنیا تک فضا میں گونجتا رہے گا اور ہزاروں فرزندانِ اسلام ـــ اسلام کے اس محسن کے غم میں اشکبار رہیں گے ـــ اور حسینیت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا کر فرزندِ رسولؐ کے استغاثہ کا عملی جواب دیں گے۔

لبیک یا ابن رسول اللہ

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

(بقیہ صفحہ ۳۲) (۸) ماہنامہ میں مسلسل نثری کتب کی اشاعت بند کر دی جائے۔

(۹) ماہنامہ کی مستقل اشاعت کی ضخامت چونسٹھ (۶۴) صفحات سے زیادہ نہ ہو۔

(۱۰) ماہنامہ کیلئے اشتہارات فراہم کرنے کے لئے خاص کوشش کی جائے۔ صدر ادارہ مدیر اور دیگر ممبران اس کے لئے خاص توجہ دلوئیں۔

(۱۱) اشاعت کتب:۔ ایکسال میں ۳۰۰ صفحات سے زیادہ کا لٹریچر شائع نہ کیا جائے اگر کوئی زیادہ ضخیم کتاب شائع کرنا منظور ہو تو کسی دوسرے فرد کی شراکت سے شائع کی جائے جس کے منافع میں سے اُسے حصہ دیا جائے جس کا فیصلہ مجلس نظامت کرے۔

(۱۲) معارف اسلام پریس فنڈ کیلئے محترم ربانی مرزا (اکاونٹ سپیشلسٹ) رکن ادارہ اپنی مناسب تجاویز اور منصوبہ ایک ماہ کے اندر اندر پیش فرماویں اور وہ مجلس نظامت میں پیش کر کے فیصلہ کیا جائے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا — جب احمد مرسل نہ رہے! کون رہیگا

مومنین میں یہ وحشتناک خبر نہایت ہی رنج و غم سے سُنی جائیگی کہ ادارہ معارف اسلام کے رکین و معاون جناب ڈاکٹر سید قاسم علی شاہ صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر اوکاڑہ جو کہ گرمیاں گزارنے کیلئے کوئٹہ تشریف لے گئے تھے یکم ستمبر ۸۳ء بروز پیر کوئٹہ میں اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

مرحوم نے ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ہومیوپیتھک کے ایک قابل ڈاکٹر تھے اور مفت لوگوں کو ادویات دیا کرتے تھے۔ آپ ایک نیک اور ہمدرد انسان تھے۔ اور اس ضعیفی کے عالم میں بھی خازن کی حیثیت سے اوکاڑہ میں قوم کی خدمت کر رہے تھے۔ مرحوم اکثر اپنی مفید رائے سے ادارہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ ہمیں اُن کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اور خاص کر سید اختر علی الباقری سے کیونکہ انہیں اپنے اس بزرگ سے کافی الفت تھی ہمدردی کا احساس ہے اور مومنین سے التماس کی جاتی ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ سے مرحوم کو یاد فرمائیں۔ مرحوم کی لاش بذریعہ ریل کوئٹہ سے اوکاڑہ لائی گئی تھی اور اوکاڑہ میں سپرد خاک کیا گیا تھا۔

شریکِ غم:۔ ادارہ

اعلان "ادارہ معارف اسلام کی پالیسی"

بعض حضرات نے دریافت فرمایا ہے کہ "معارفِ اسلام" کی پالیسی کیا ہے؟ معارف اسلام کی پالیسی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسکے متعلق متواتر بیانات دیئے جاتے رہے ہیں۔ مکرر عرض ہے کہ معارفِ اسلام اتحاد بین المسلمین کا سب سے زیادہ حامی ہے۔ وہ تمام اسلامی فرقوں میں پیار و محبت اور تمام مسلمانوں میں آپس میں ہمدردی کا سچے دل سے خواہاں ہے۔ اپنے اپنے عقائد پر عمل کرتے ہوئے بھی مسلمانوں کا ایک ہونا اور تعصب سے کنارہ کش رہنا اشد ضروری اور عین ممکن ہے۔ معارف اسلام کو اس امر کا پورا یقین ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہلبیت طاہرین ہر فرقہ اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر واجب الاحترام و تکریم ہیں۔ لہذا معارف اسلام اہلبیت طاہرین کی تعلیمات کو پیش کرتا ہے اور یہ سب کے نزدیک قابل قبول ہے۔ امہات المومنینؓ و اصحابِ اخیار رسول کی عزت و تکریم کا معارفِ اسلام معترف ہے۔ فرقہ بندی میں اُلجھ کر ایک دوسرے کی مخالفت کرنا مسلمانوں کیلئے اشد نقصان دہ ہے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کا واحد علاج اخلاق و محبت ہے۔ جو تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اِس پالیسی پر معارف اسلام گامزن ہے۔

معارف اسلام قومی پریس فنڈ

جیسا کہ پیشتر بھی اعلان کیا گیا ہے کہ پریس قومی ملکیت ہوگا۔ شرکت یا لمیٹڈ کمپنی نہیں بلکہ تمام قوم ضابطہ کے ماتحت اس کی مالک ہے۔ پریس قوم کے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ ہمارا کوئی روزنامہ نہیں ہماری کتب احادیث و تفاسیر وغیرہ نایاب ہیں اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو معارف اسلام قومی پریس فنڈ میں دل کھول کر اضافہ کریں۔ اور اپنے عطیات کم یا زیادہ براہ راست حبیب بنک لمیٹڈ شاہ عالمی گیٹ لاہور کو روانہ فرمائیں۔ اطلاع مدیر ادارہ یا مدیر مالیات ادارہ معارف اسلام کو دے دیں۔

(ادارہ)

رشتوں کی تلاش

اگر آپ اپنے عزیزوں کیلئے موزوں رشتوں کی تلاش میں مدد چاہتے ہیں۔ تو مندرجہ ذیل پتہ سے ضروری تفصیلات کے فارم طلب فرمائیں۔ خط و کتابت صیغہ راز میں رہے گی۔

طلب فارم کے وقت وضاحت کیجئے کہ آپکو لڑکے کیلئے رشتہ مطلوب ہے یا لڑکی کیلئے۔ نیز جواب طلب امور کیلئے واپسی لفافہ یا ٹکٹ بھجوانا ضروری ہے۔

نوٹ:- اجلال و احترام محرم الحرام کے باعث آخر ماہ تک شعبہ شادی کا کام بند تھا اب پھر سے شروع ہو گیا ہے لہذا طلب گار حضرات رجوع کریں۔

سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان (شعبہ شادی) اردو بازار لاہور

(۸) وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتٰب مبین (پ ۲۰ ع ۲ النمل)
یعنی اور آسمان و زمین میں کوئی غیب چیز ایسی نہیں ہے جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔
مندرجہ بالا آیات ۷ تا ۸ سے ظاہر ہے کہ کتاب اللہ میں ہر شئے کا ذکر موجود ہے اور کوئی شئے کوئی امر۔ کوئی علم۔ کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی نہیں جس پر اس کا علم محیط نہ ہو۔ لہٰذا قرآنی قوانین کو نافذ کرنے والے یا اسلامی دستور کو رائج کرنے والے کا علم بھی ہر شئے کو احاطہ کئے ہوئے ہونا چاہیئے۔ اسی لئے اُسے راسخون فی العلم کہا گیا ہے۔ اگر اُسے مکمل قرآن کا عالم نہ سمجھا جائے۔ تو وہ قرآنی قانون کیونکر نافذ کر سکے گا۔ لہٰذا ہر امر میں اُسے سوائے خدا کے کسی کا محتاج نہ ہونا چاہیئے۔ کہ پہلے دوسروں سے علم حاصل کرے اور پھر نافذ کرے بصورت دیگر جن سے وہ علم حاصل کریگا وہ اُس سے زیادہ اس عہدہ عظیم کے مستحق ہونگے۔ آیت ۸ سے تو امام کا زمین و آسمان کی غائب چیزوں کا عالم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ امام کو شورے یا جمہور کے ووٹوں کا محتاج نہ ہونا چاہیئے۔ بالخصوص ایسے امر میں جو کہ اُمت کے اجتماعی امور کا اصولی پہلو رکھتا ہو۔ قرآن میں شورے کا حکم اپنے ذاتی گھریلو امور کے متعلق ہے اور وہ بھی عام آدمیوں کیلئے۔ نہ کہ امیر المسلمین کیلئے۔ رسولؐ کو بھی محض نو مسلموں کی تالیف قلوب کیلئے بعض غیر بنیادی وقتی امور کے سلسلہ میں صرف اُن سے مشورہ کیلئے فرمایا گیا۔ فیصلہ کا حق کُلی طور پر رسولؐ ہی کو دیا گیا۔ (شورے کی مفصل بحث صـ ۳۰ تا ۵۰ پر ملاحظہ ہو) بہرحال اولی الامر اُمت کا بعد از رسولؐ خالق عالمین یا حاکم مطلق کے ماتحت عالم کُل ہونا لازمی و لابدی ہے۔ جب قرآن میں علوم کُل موجود ہیں۔ تو قرآن کو رائج کرنے والے کو بھی علوم کُل سے کما حقہٗ واقفیت ضروری ہے بلکہ ان امور کے ابتدائی مقام سے انتہائی مقام تک کا عالم باعمل ہونا لازم ہے۔ ورنہ وہ قرآن کو رائج نہیں کر سکتا۔ خداوند عالم نے خود قرآن ہی میں اس کا فیصلہ فرما دیا ہے —— ارشاد ہے :۔

(۹) وکل شئ احصینٰہ فی امام مبین ۵ (پ ۲۳ ع ۱۸ سورہ یٰسین)
یعنی اور ہم نے ہر چیز کو (از روئے علم و شمار) امام مبین میں احاطہ کر لیا ہے۔
امام مبین سے مراد قرآن لینا سراسر جہالت ہے کیونکہ قرآن صامت ہے۔ وہ اپنا علم خود اپنی زبان سے کسی دوسرے کو نہیں بتا سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں اختلافات نہ رہتے کیونکہ ہر فرقے کے علماء و عوام اُسے شب و روز پڑھتے ہیں۔ مگر بعض فرقوں کے علماء مطلب قرآن اپنے دماغ و مقدار عقل و قابلیت کے مطابق نکال لیتے ہیں اگرچہ یہ منع ہے۔ مگر وہ اپنا اپنا دماغ

رہ جاتے ہیں۔ اگر قرآن اپنا صحیح مطلب بتا سکتا تو سب ایک ہی مطلب قبول کرتے۔ مگر ایسا نہیں قرآن میں ہر چیز تحریر ہے۔ جیسا کہ آیت ۳ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ وہاں پر "کل فی کتاب مبین" ہے۔ یہاں "کل شیئ احصینٰہ فی امام مبین" ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیزیں بھی کتاب میں مرقوم ہے یعنی "کل"۔ امام کو مکمل طور پر اس "کل" سے کما حقہٗ واقفیت حاصل ہونا ضروری ہے۔ تاکہ جس وقت بھی قرآن سے جس امر کی ضرورت ہو وہ پیش کر سکے یا جاری کر سکے۔ اس کی ایک واضح مثال قرآن ہی سے پیش کرتے ہیں جس سے آپ کو معیار علم امامت کا اندازہ ہو جائیگا:۔

(۱۰) وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ط (پ۱۳ ع ۱۰ الرعد)

(اور اگر کوئی قرآن (ایسا) ہوتا۔ کہ پہاڑ اس کے ذریعے سے چلائے جاتے اور زمین اس کے ذریعہ سے ٹکڑے کر دی جاتی یا مُردوں سے اس کے ذریعہ سے باتیں کی جاتیں (تو وہ یہی قرآن ہوتا) لیکن ہر قسم کا اختیار خدا ہی کو ہے۔)

پس اولی الامر یا امام اُمت کے پرکھنے کی یہ ایک بیّن کسوٹی ہے۔ وہ وہی ہو سکتا ہے جس کو اس آیہ مجیدہ کی رو سے ان ہر سہ امور میں جو آیت میں بیان کئے گئے حکم خدا کے ماتحت پوری مہارت ہو۔ پس موجودہ داعیانِ علم قرآن کیا اس قابل ہیں کہ وہ پورے اتر سکیں علم قرآن سے پہاڑ چلانا تو درکنار وہ ایک ذرہ بے مقدار کو جنبش تک نہیں دے سکتے۔ اور مُردوں سے گفتگو کرانا کیسا وہ زندہ سے بھی گفتگو نہیں کرا سکتے۔ اس کے برعکس تو رسولؐ اکرم کے ہاتھوں پر کنکریوں کا کلمہ پڑھنا اور درختوں کا رسالت محمدیہ پر گواہی دینا مستند تاریخوں میں مذکور ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام کیلئے اقبال علیہ الرحمۃ کا یہ شعر کافی ہے ؎

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب ۔۔۔ باز گرداند ز مغرب آفتاب

جو آفتاب کو اپنی جگہ سے ہلا سکتا ہے۔ کیا وہ پہاڑوں کو اپنے مقام سے نہیں چلا سکتا پس امام یا اولی الامر وقت جو اپنے زمانے میں وارث قرآن و راجع امر قرآن ہوتا ہے۔ اس کا حکم خدا کے تحت ان ہر سہ امور میں کامل ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ (پ۲۴ ع ۱۹ حٰمٓ السجدہ) یعنی نہ گذشتہ کے متعلق اس کی خبریں غلط ہیں اور نہ آئندہ کے متعلق

غلط ہونگی۔ وہ صاحبِ حکمت و لائقِ تعریف (خدا) کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ امام جو قرآنی قانون رائج کرنے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور جس کا قرآن سے پوری طرح واقف ہونا لازمی امر ہے۔ وہ گذشتہ و آئندہ تمام خبروں سے کما حقہٗ واقف ہو تاکہ دور اندیشی سے صحیح قدم اٹھا سکے۔ مگر کیا موجودہ دعویداران تفہیم قرآن اِس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں؟ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ علوم کلّی طور پر خدا ہی کی طرف سے ہی ودیعت ہوتے ہیں کسبی نہیں بلکہ لدُنّی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

(۱۴) الرحمٰن ○ علم القرآن ○ خلق الانسان ○ علمہ البیان ○

(پ ۲۷ ع ۱۱ الرحمن) یعنی (خدائے) رحمٰن نے قرآن (مجید) تعلیم فرمایا۔ انسان کو پیدا کیا اور بیان کرنا سکھایا۔ یہ آیہ مجیدہ عام انسانوں کیلئے نہیں۔ وگرنہ دنیا میں کفر نام کو بھی نہ ہوتا۔ جب قرآن تعلیم فرما دیا تو کفر کہاں رہا۔ اس آیہ میں "خلق الانسان" سے پیشتر تعلیم قرآن کا ذکر ہے۔ پہلے قرآن تعلیم فرمایا پھر خلق کیا اور پیدا کرنے کے بعد قرآن کا بیان کرنا سکھایا۔ ظاہر اور واضح ہے کہ معلمین الٰہی کے متعلق یہ آیت ہے (نہ کہ عام انسانوں کے متعلق) جنہیں پیدائش سے پیشتر علمِ قرآن حاصل تھا۔ شیعہ مسلمانوں کا یہ دعوےٰ جو کہ وہ تاریخی واقعات سے پیش کرتے ہیں۔ کہ نبی یا امام ماں کے پیٹ میں ہی صفات نبوت و امامت سے متصف ہوتا ہے۔ آئمہ معصومین اثنا عشریہ میں سے ہر امام پیدا ہوتے ہی اپنے سے پہلے امام کے ہاتھوں پر تلاوت قرآن کرتا تھا۔ وہ علمِ لدنی رکھتا تھا۔ دُنیا میں آ کر در در کی ٹھوکریں کھا کر علم دوسروں سے حاصل نہ کرتا تھا۔ وگرنہ اس کے پڑھانے والے اُس کے معلم اُس سے پہلے امام ہوتے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ نبوتوں کا دعوےٰ کرنے والے پہلے سکولوں میں اور ماسٹروں کے زیر تعلیم رہے۔ جب ان کے اُستاد اُن کو علم سکھانے والے نبی یا امام نہ تھے تو یہ خود نبی یا امام کیونکر قرار دئے جا سکتے ہیں۔ "امام" کا اس آیت کی رو سے پیدائش سے پیشتر عالم قرآن ہونا ضروری ہے۔ اس کی تائید آیت قرآن قال انی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیاً ○ (سورہ مریم) سے بھی ہوتی ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے سے معاً بعد گہوارہ ہی میں گفتگو فرمائی یعنی آیت قرآن پڑھ کر یہ ثابت کر دیا کہ معلم الٰہی پیدا ہونے پر ہی قرآن جانتا ہے۔ پس اس قرآن کے حکم کو دنیا میں جاری کرنے والے یعنی اولی الامر یا امام کا اس مقام پر فائز ہونا بالکل واضح ہے قرآن میں بیشمار آیات ہیں۔ جو کہ اولی الامر یعنی جانشین نبیؐ یعنی امام وقت کے معیارِ علم کو نمایاں

کرتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان دو آثرد و آیات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ جو کہ ہمارا مطلب واضح کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں۔

امام شاہد رسالت و مؤید نبوت ہوتا ہے

امام کے ذمہ چونکہ نبی کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واجب ہے اس لئے سب سے پہلا کام اس کے ذمہ اس نبی کی نبوت کی گواہی دینا اور اس کی تائید و تصدیق کرنا ہے۔ جو عین عقل وخرد کے مطابق ہے۔ قوانین شریعت اسلامیہ میں گواہ کی ضرورت سب سے مقدم سمجھی گئی ہے۔ نکاح ہو یا طلاق۔ وراثت ہو یا وصیت۔ بائع و مشتری کا معاملہ ہو یا تجارت و امانت کی صورتیں پیش آئیں۔ غرضیکہ تمام معاملات کیلئے گواہ کا وجود لازمی ہے۔ جرائم کی صورتوں میں اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ تاکہ سزا یا بریت کے فیصلے کے وقت کسی پر ظلم یا زیادتی نہ ہو سکے۔ اسی طرح ہر دعوے کے واسطے گواہ کی ضرورت ہے۔ خالق کائنات نے انبیاء و مرسلین کو باوجود عظیم المرتبت عہدۂ نبوت مرحمت فرمانے کے بھی گواہ کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا۔ حتیٰ کہ رسالت جناب محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک کیلئے خداوند تعالےٰ نے گواہوں کے وجود کو ضروری قرار دیا۔ پڑھئے آیہ مبارکہ

(۱) قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۝
(پ ۱۳ ع ۱۲ سورۃ الرعد)

تم یہ کہدو (اے رسولؐ) کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو (ایک تو) اللہ کافی ہے اور (دوسرے) وہ جن کے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔

اعتراض ۱۲: ہر مسلم شاہد رسالت ہے۔ جبتک کلمہ شہادت نہ پڑھے مسلم نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ رسالت محمدیہ پر گواہی دینے کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا بھی گواہ ہے جس پر کلمہ شہادت کا پہلا جزو روشنی ڈالتا ہے۔

جواب: کلمہ شہادت ادا کرنے اور امام کے گواہ رسالت ہونے میں بہت فرق ہے۔ کلمہ شہادت کے الفاظ میں بیشک خدا اور رسولؐ کو تسلیم کرنے کی گواہی ہے مگر حقیقت میں یہ کہنے والے کی خود اپنے متعلق گواہی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں یعنی اپنے عقیدے کی گواہی دے رہا ہے۔ بالفاظ دیگر خدا کے سامنے یا کاتبان اعمال کے سامنے اپنے بچاؤ کیلئے اپنے عقیدے کا اظہار کر رہا ہے نہ کہ امام کی طرح لوگوں کو تسلیم کروانے کیلئے اتمام حجت کر رہا ہے۔ اور بحیثیت بینہ کے خود کو بطور شاہد رسالت پیش کر رہا ہے۔ پس یہی ان دونوں میں فرق ہے۔ (مؤلف)

(۲) افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھدٌ منہ ومن قبلہٖ کتٰب موسیٰ اماماً ورحمۃ ط اُولٰئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہٗ ج فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یؤمنون ○ (پ ۱۲ ع ۲ سورہ ہود)

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو اور اُس کے پیچھے پیچھے گواہ آتا ہو۔ جو اسی کا جزو ہو اور اُس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت ہو (کرشاہد تھی) اُسی پر تو ایمان لاتے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو بھی اُس کا منکر ہوگا پس آگ اُس کا ٹھکانا ہے۔ لہٰذا تم اِس سے شک میں نہ رہنا۔ بیشک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ لیکن اکثر انسان ایمان نہیں لاتے

مندرجہ بالا ہر دو آیات میں نبوتِ محمد مصطفےٰ (ص) کے گواہوں کا تذکرہ ہے۔ پہلی آیت میں گواہ نبوت کے معیار کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس کا مکمل عالم علم کتاب" یا "عالم علم مکمل کتاب" ہونا شرط ہے۔ اس کے متعلق اس سے پیشتر کے باب میں کسی حد تک روشنی ڈالی جا چکی ہے جو ہمارے مطلب کی وضاحت کیلئے کافی ہے۔ لہٰذا بعد از رسولؐ امام یا جانشین نبی کیلئے پہلی شرط تو یہ ہوئی کہ وہ مکمل کتاب کا مکمل عالم ہو۔ علم حاصل کرنے کیلئے سوائے خدا یا نبیؐ کے اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ نہ ہی کسی امر کا فیصلہ کرنے یا کوئی امر جاری کرنے کیلئے لوگوں کی رائے کا بصورت ووٹنگ یا شوریٰ کے پابند ہو۔ بلکہ بذاتِ خود مکمل عالم علم کتاب ہو۔ جبتک کتاب موجود ہے مکمل عالم علم کتاب کا وجود بھی عقلی طور پر موجود ہونا لازم ہے۔ لہٰذا امام جو کہ جانشین نبیؐ یا دستورِ کتاب اللہ کا جاری کرنے والا ہوتا ہے۔ وہی اپنے عہد میں گواہ رسالت ہے۔ آیت مندرجہ میں کتاب سے اگر "قرآن" مراد لیا جائے تو بموجب صفتِ قرآن "تبیان کل شئی" عالم علم کتاب و شہید رسالت صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا علم کل شئی پر حاوی ہو جسے خدا کی طرف سے ہر شئے کا علم مطلق حاصل ہو۔ اور کسی کے کسی قسم کے سوال کے جواب دینے میں عاجز نہ ہو۔ اس ضمن میں امام اول یعنی ابو الائمہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے مشہور عام اقوال "سلونی قبل ان تفقدونی عما شئتم فانی اعلم بطریق السمٰوٰت من طرق الارض (پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ جس شے سے تم چاہو۔ میں طُرق زمین سے طُرق آسمان کا زیادہ عالم ہوں) اور "لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً" (یعنی

اگر خالق و مخلوق کے درمیان تمام قسم کے حجاب اٹھا دئے جائیں تو بھی میرے علم و معرفت میں کچھ زیادتی نہ ہوگی۔) کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ اور اگر کتاب سے مراد "علم مطلق" لیا جائے تو معیار اور بلند ہو جاتا ہے دوسری شرط دوسری آیت سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ الفاظ آیت سے ہویدا ہے کہ آیت مخصوص جناب نبی اکرم کی نبوت کے متعلق ہے۔ گواہ رسالت کا نبی (ص) کے پیچھے پیچھے آنا ضروری ہے یعنی نبی کے بعد پیدا ہوا پیشتر نہیں۔ اور پھر اسی کا جزو بھی ہو یا اسی میں سے ہو۔ لہذا گواہ کا جزو نبوت ہونا بھی شرط ہو گیا۔ اس کی تائید میں احادیث صحیح "انا و علی من نور واحد"[۱] "یا علی انت منی و انا منک"[۲]۔ "انا و علی من شجرۃ واحد و الناس من اشجار شتی"[۳]۔ "انا و علی ابن ابیطالب خلقنا من تربتہ واحدہ"[۴]۔ اور تبلیغ سورۃ براۃ کے وقت ارشاد ہوا "لا یودی منی الا انا و رجل منی"[۵]۔ وغیرہ وغیرہ بھی روشنی ڈال کر ہمارے مطلب کی تائید کرتی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ان ہر دو آیات کی تفسیر کے سلسلے میں علمائے اسلام کے بیانات بطور تصدیق و توثیق پیش کر دئے جائیں تاکہ معقول اور منقول ہر دو طریق سے ہمارے بیان کی تائید ہو سکے۔

"اے رسول تم ان لوگوں سے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کی گواہی کیلئے خدا اور وہ شخص جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے کافی ہیں۔"

جناب مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری نے اس آیت کو امیرالمومنین علی علیہ السلام کی

---

[۱] "میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں"۔ اخرجہ مرودیہ والخوارزمی و شہاب الدین احمد و لطرزی والعاصمی و فقیہہ ابن مغازلی و ابن السوع الاندلسی فی کتاب الشفا۔ و سید محمد حنفی و ابراہیم وصابی وغیرہ وغیرہ۔ رواہ خود امیرالمومنینؑ و امام حسینؑ و سلمان فارسیؓ و جابرؓ بن عبداللہ انصاری۔ و ابن عباسؓ وغیرہ وغیرہ۔

[۲] "علیؑ میرا ہے اور میں علی کا ہوں"۔ اخرجہ احمد و لطبرانی فی الکبیر۔ نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ

[۳] "میں اور علی ایک ہی شجرہ سے ہیں اور دوسرے لوگ متفرق شجروں سے ہیں"۔ ارجح المطالب۔ اخرجہ الطبرانی والدیلمی۔ والحاکم و ابوبکر مردویہ والخوارزمی وغیرہ رواہ جابرؓ و ابن عباسؓ و خود علیؑ ابن ابیطالب۔

[۴] "میں اور علیؑ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں"۔ ارجح المطالب۔ اخرجہ العاصمی۔ رواہ حضرت انسؓ بن مالک

[۵] "میری طرف سے کوئی (تبلیغ دین) ادا نہیں کر سکتا۔ میں یا وہ جو مجھ سے ہو"۔ اخرجہ النسائی رواہ سعد بن ابی وقاصؓ و احمد رواۃ ابن عباسؓ وغیرہ وغیرہ۔

شان میں قرآن کی اٹھتر ویں آیت ثابت کیا ہے۔ [۱]

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں و من عندہ علم الکتاب سے حضرت علی علیہ السلام ہیں [۲]

علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مرشد سلطان روم و قاضی القضاۃ ترکی اس مضمون کی بہت سی احادیث رسولؐ جمع کی ہیں کہ یہ آیت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں ہے [۳]

ان کے علاوہ تفسیر معدن الجواہر [۴] اور روح المعانی [۵] میں بھی اس مضمون کی کئی احادیث رسول نقل کی ہیں

دوسری آیہ مبارکہ یعنی افمن کان علیٰ بینۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ کے متعلق بھی قریباً تمام مفسرین نے اسبات پر اتفاق کیا ہے کہ اس آیہ میں علیٰ بینہ سے مراد جناب رسول اکرمؐ اور یتلوہ شاہد منہ سے مراد امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں [۶]

غرضیکہ قرآن چونکہ عہد رسالت میں حضرتؐ ہی پر نازل ہوا اور بعد از رسولؐ اُس وقت

---

[۱] ارجح المطالب بار چہارم مطبع عالمگیر لاہور ص ۱۱

[۲] اخرجابی خط ابونعیم والثعلبی والنظیری ارجح المطالب ص ۱۱ [۳] ینابیع المودۃ ص ۸۲ تا ۸۶

[۴] تفسیر الجواہر جلد ۳ [۵] روح المعانی جلد ۴ ص ۳۰۳ "کتاب مستطاب نفس رسولؐ جلد ۲ ص ۲۹۵

[۶] ابن ابی حاتم اور ابونعیم ابن عساکر اور ابن مردویہ نے کئی طریقوں سے یہی روایت کی ہے۔ تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی جلد ۳ ص ۳۲۴ مطبوعہ مصر۔ مولوی عبید اللہ امرتسری ۔ ارجح المطالب بار چہارم ص ۵۲ زیر اسم شاہد ص ۵۲ و ص ۸۵ اخرجہ ابن ابی حاتم و ابن مغازلی فی المناقب و ابن عساکر و ابن مردویہ والسیوطی فی درمنثور والثعلبی والواحدی فی تفسیرہما و ابن جریر الطبری والطبرانی فی معجم الکبیر و ابن منذر و ابوالشیخ و ابونعیم والمتقی فی کنز العمال و صاحب تفسیر معالم التنزیل ۔ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کی ہے ۔ اور تفسیر روح المعانی جلد ۳ ص ۵۳۱ و غریب القرآن جلد ۲ ص ۳۱۷ و معدن الجواہر جلد ۳ ۔ موفق کی کتاب مناقب حموینی کی فرائد السمطین ۔ سیوطی کی اتقان باب ۱۷ اور فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر جلد ۵ میں بھی اس مضمون کی روائتیں موجود ہیں ۔

کے امام وقت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا یہ آیات آپ ہی کی ذاتِ مقدس کے متعلق ہیں اور آئندہ کیلئے ان آیات نے فیصلہ کر دیا کہ اپنے عہد میں ہر امام گواہ رسالت ہوتا ہے جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہ دیکھا وہ اپنے اپنے زمانہ میں امام کو دیکھ لے۔ دیکھ نہ سکے تو پہچان لے۔ امام رسالتِ محمدیہ کیلئے بینات کے ساتھ پوری پوری گواہی دیگا۔ اس امر سے ہر عہد میں خالقِ کائنات کی طرف سے اپنی آخری رسالت کیلئے اتمام حجت ہوتا رہیگا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک سے وابستہ رہیگا۔ بصورت دیگر بعد از رسولؐ خدا کو معاملاتِ انسانی و معاملاتِ عالمی میں منفعل سمجھنا پڑیگا (نعوذ باللہ من ذالک) جو کہ اسلامی عقلی اور فطری تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

اندریں حالات ہر زمانہ میں شاہدِ رسالتِ محمدیہ (یعنی رسالت آخرویہ) یا شہید دین الٰہی اور شہید علی الناس کا وجود لازمی ہے۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو عقلاً خدا کی خدائی بے ضرورت ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر خدا ہے" تو اس کا نائب ہر حالت میں ہے" اور چونکہ ہر آدمی نائب خدا نہیں۔ خدا ہر ایک کو وحی نہیں کرتا یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اگر ہر ایک کو وحی کرتا انفرادی طور پر رسولوں کے بھیجنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لہٰذا آخر تک کے ہر زمانہ میں ایسے مخصوص فرد کی ضرورت ہے اور اس کا وجود لازمی ہے جو خدا کی خدائی اور اس کے دین آخر یا رسالت محمدیہ کی گواہی دیتا رہے۔ اور یہ گواہی بغیر ثبوت کے نہ ہو بلکہ دلائل و براہین و تبینات کے ساتھ۔

اس میں ایک نکتہ قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ سنی سنائی گواہی ناقابل یقین اور چشم دید گواہی بالکل قابل اعتماد اور صحیح ہوتی ہے۔ اور چونکہ خدائی امور میں تمام منصوبے اپنے مقام کمال میں عمل پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہر امر میں امام وقت کی گواہی چشم دید ہو۔ یہ مقام بہت بلند ہے اور امام المسلمین کے معیار علم کو ظاہر کرتا ہے۔ جو لوگ تمام عمر سکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں اور دیگر مدرسین کے زیر تدریس رہے ہوں۔ اور اپنے گزران زندگی (CARRIER OF LIFE) اور معیشت کو درست کرنے کیلئے علم حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہوں۔ ان کا اس مقام بلند پر پہنچنا کیونکر باور کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اپنی کوششوں سے اقتدارِ حکومت کی انتہائی بلند کرسی پر بھی بیٹھ جائیں۔ تو بھی نائب خدا یا شاہد رسالت کے مقام کا اس سے کیا واسطہ نوح علیہ السلام دن رات جسم ناتواں پر

کتاب مستطاب

تفسیر بالرائے اور معارف الفرقان

مصنفہ علامہ سید امداد حسین کاظمی — علامہ الحاج مرزا احمد علی — پر

علمائے کرام کی گراں قدر رائیں

؎ سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

(۱) از جناب مستطاب علامہ سید مجتبیٰ حسن قبلہ کاموپوری ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرمی سیکرٹری صاحب ادارہ معارف اسلام۔ سلام علیکم

فتنہ تفسیر بالرائے اور معارف قرآن کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا جس طرح کسی دریا کا بند ٹوٹ جانے سے طوفانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فتنہ تفسیر بالرائے کے ذیل میں اس قدر کثرت سے مضامین بیان ہو گئے ہیں جس سے طبیعت کے جوش و خروش کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتاب کے لئے خود علامہ مرزا احمد علی صاحب کی تعبیر بہت موزوں ہے آپ نے اپنی تحریر میں اسے "جامع کشکول" کہا ہے۔

فدائے قوم میجر سید محمد یحییٰ علی شاہ صاحب کے تعارف۔ مولانا قمر الزماں صاحب کے مقدمہ ادبی اور مجاہد ملت شیخ غیاث الدین صاحب کے مقدمہ دوم سے ہی اس موضوع پر کافی روشنی پڑ گئی ہے۔ پھر اس کتاب کے مصنف مولانا سید امداد حسین صاحب نے تقریباً دو سو سال میں تفسیر بالرائے یا تحریف دین میں جو مواد پیدا ہوا ہے۔ اس پر خوب تنقید کی ہے۔ آپ نے کتاب کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایٹمی دور اور مادی ترقیاں۔ ایٹمی دور کا مسلمان جنھوں نے... اسلام دین فطرت ہے۔ سائنس کی بے اعتباری۔ فتنہ تفسیر بالرائے، چکڑالویت۔ آیات قرآن کی تفسیر کیلئے حدیث رسول کی ضرورت۔ ضرورت حدیث۔ رسول سے کیا مراد ہے۔ مسئلہ شفاعت۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے۔ مسئلہ حیات و ممات مسیح۔ ختم نبوت۔ غلام احمد پرویز اور انکار حدیث۔ پرویز کی تفسیر بالرائے تفسیر بالرائے کے تباہ کن نتائج۔ النبی معلمین کا علم۔ قرآن کا مفسر اول وغیرہ وغیرہ ۲۹۷ صفحات تک تعارف مقدمات اور متن کتاب پھر اسکے بعد فتنہ تفسیر بالرائے کا ضمیمہ (معارف القرآن) علامہ مرزا احمد علی صاحب کے قلم سے... توحید خدا۔ عدل۔ مقام حضرت خاتم الانبیاء۔ اطاعت و اتباع رسول۔ اختلافات کے موقع پر رسول کی حیثیت۔ اجتہاد کی حقیقت۔ اعجاز قرآن وغیرہ وغیرہ حقیقتاً کتاب فتنہ تفسیر بالرائے اور ضمیمہ معارف الفرقان کو ایک جامع کشکول کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

مخلص (علامہ سید) مجتبیٰ حسن کاموپوری ۳-۲-۵۷

(۲) از جناب مولانا مولوی سید منظور حسین صاحب قبلہ خطیب جامع حائری سادات گنج۔ لاہور

جناب محترم المقام کاظمی صاحب قبلہ دامت معالیکم — سلام علیکم۔ آپ کی مصنفہ کتاب مطلب فتنہ تفسیر بالرائے" زیر مطالعہ ہے اپنی طرز کی واحد کتاب اور بے حد مفید مطالب پر مشتمل ہے۔ خدا آپ کی کوشش کو مشکور فرمائے۔ والسلام

الاحقر (مولانا سید) منظور حسین نقوی۔ ملتان روڈ لاہور

۲۱-۱-۵۷